بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلہ دوماہی نور الحدیث لاہور

ایک تحقیقی واصلاحی میگزین

ہر گھر اور ہر لائبریری کی زینت

جلد1 | ربیع الاوّل/ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ | نومبر/ دسمبر 2018ء | شمارہ 4

سرپرست
حافظ عبد اللہ رفیق
شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ لاہور

مدیر
محمد ارشد کمال
0322-2999987

معاون مدیر
حافظ ابو سفیان میر محمدی
0300-4008489

آئینہ میگزین

نمبرشمار	مضامین		صفحہ
1-	درس قرآن: سورۃ الحجرات	پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی	2
2-	درس حدیث: کتاب الزہد	ترجمہ: ابوسفیان عباس میر محمدی	6
3-	سجدے اور تشہد سے اٹھنے کا مسنون طریقہ..	ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی	10
4-	الرد علی الجهمية	اُردو قالب: سعید مجتبیٰ السعیدی	14
5-	خلافت صدیقی پر نبوی اشارے	محمد ارشد کمال	23
6-	سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ خلافت	ابو عبد الرحمٰن قصوری	30
7-	معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کی دعا یا بدعا	حافظ ابو یحییٰ نورپوری	32
8-	نماز جنازہ میں ایک ہی طرف سلام پھیرنا..	محمد ابراہیم ربانی	42
9-	دنیا سے رسول اللہ ﷺ کی رحلت	اُردو قالب: سعید مجتبیٰ السعیدی	48
10-	تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرحوم و مغفور ہیں..	ابو محمد عبد اللہ اختر	52
11-	صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ	مولانا سعید الرحمٰن ہزاروی	54
12-	القول القوي في نقد الرجال	محمد ارشد کمال	60
13-	حجامہ (سینگی لگوانا) ایک شرعی علاج	حافظ ندیم ظہیر	63

مجلس ادارت

مولانا محمد سرور عاصم
ابو محمد عبد اللہ اختر
ابو عبدان عمر گلزار
چوہدری محمد آصف
حافظ عبد الرحمٰن یاسین
سید عامر اختر شاہ
بھائی تنویر نعمت
فراز احمد

خط وکتابت

جامع مسجد ابوبکر صدیق D-196 ملتان روڈ سکیم موڑ، لاہور/ ڈاکخانہ سبزہ زار

قیمت

فی شمارہ: ——— 35 روپے
سالانہ: ——— 250 روپے
★ مع محصول ڈاک

ناشر المکتبۃ الکمالیۃ ○ ملتان روڈ سکیم موڑ لاہور
0322-2999987
0302-4510300

درس قرآن:

پروفیسر ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

سورۃ الحجرات

قسط: 4

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

(الحجرات: 4، 5)

''بے شک جو لوگ آپ کو (آپ کے) حجروں کے باہر سے (دور سے) پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل (بے سمجھ) ہیں۔ اگر یہ لوگ آپ کے ازخود باہر آنے تک انتظار کر لیتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ تاہم اللہ بہت بخشنے والا، اور بہت رحم کرنے والا ہے۔''

ان آیات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ اعرابی لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے دیدار اور آپ ﷺ سے جلد ملاقات کے اشتیاق میں آ کر آپ کے حجروں کے باہر کھڑے ہو کر زور زور سے آپ کو پکارنا اور بلانا شروع کر دیا۔ آپ کے آرام کا خیال نہ رکھا اور نہ آپ کے ازخود باہر آنے کا انتظار کیا۔

ان کا آپ ﷺ کی زیارت اور دیدار کا شوق اپنی جگہ، تاہم یہ انداز شائستگی اور وقار کے خلاف تھا۔ اس لیے ان آیات میں ان لوگوں کو سرزنش کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی اور انھیں بے عقل کہا گیا۔

ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ سیّدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو حجروں کے پیچھے کھڑے ہو کر یوں آواز دی: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لیکن آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر پکارا اور کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا اِنَّ حَمْدِیْ زَيْنٌ وَاِنَّ ذَمِّي شَيْنٌ ''اے اللہ کے رسول! میں کسی کے لیے مدح کروں تو یہ اس کے لیے قابل فخر ہوتی ہے

اور میں کسی کی مذمت کروں تو یہ اس کے حق میں بدنما ہوتا ہے۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ'' ''یہ شان تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔'' (مسند احمد : 488/3۔ 393/4۔ 394۔ **نوٹ**:...... ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا سیّدنا اقرع رضی اللہ عنہ سے سماع محل نظر ہے۔ حافظ ابوالفضل عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا اقرع رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔ دیکھیے: المغنی عن حمل الأسفار 935/2، الشاملہ۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسلمہ کی اقرع رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے۔ تعجیل المنفعة: ص : 318، الشاملہ)

احکام ومسائل:

نبی ﷺ کے ادب کا تقاضا ہے کہ آپ کو دور سے اور زور زور سے نہ پکارا جائے۔ ایسا کرنے والے بے عقل، بے سمجھ اور بے شعور لوگ ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝﴾ (الحجرات : 6)

''ایمان والو! اگر کوئی ناقابل اعتماد یا غیر ذمے دار قسم کا آدمی تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو (اس پر عمل کرنے سے پہلے) خوب چھان بین کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم بے خبری میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر (بعد میں حقیقت واضح ہونے پر) تمھیں پشیمانی ہو۔''

مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت سیّدنا ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، انھوں نے فتح مکہ کے موقعے پر اسلام قبول کیا تھا۔ سیّدنا حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور میں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے مجھے بتلایا کہ اسلام میں زکوٰۃ فرض ہے۔ میں نے اس کا بھی اقرار کرلیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اپنے قبیلے میں واپس جا کر انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور انھیں

زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی کہوں گا۔ جو لوگ میری دعوت قبول کرلیں گے، میں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے جمع کر رکھوں گا۔ میں جب زکوٰۃ جمع کرلوں تو آپ ان دنوں اپنا کوئی نمائندہ میرے پاس بھیج دینا تا کہ وہ مجھ سے ساری زکوٰۃ وصول کر کے آپ تک پہنچا دے۔

حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی دعوت قبول کرنے والوں نے زکوٰۃ جمع کرلی۔ جب وہ مدت پوری ہوئی، جن دنوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نمائندہ روانہ کرنا تھا، اسے کسی وجہ سے دیر ہوگئی اور وہ ان دنوں نہ جاسکا۔ تو حارث رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں اپنا نمائندہ بھیجنا تھا تا کہ وہ ہم سے ہماری زکوٰۃ وصول کر کے آپ تک پہنچا دے۔ آپ وعدہ خلافی کرنے والے تو نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے کسی ناراضی کی وجہ سے نمائندہ نہ بھیجا ہو۔

چلو ہم خود مدینے جا کر ملاقات کر آئیں۔ اِدھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدے کے مطابق سیّدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف روانہ کردیا تھا۔ ولید رضی اللہ عنہ نے راستے میں ان لوگوں کو آتے دیکھا تو انھیں غلط فہمی ہوئی اور وہ ڈر گئے کہ یہ لوگ تو مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اس نے جلدی سے مدینے پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حارث رضی اللہ عنہ اور اس کی قوم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے۔ وہ تو مجھے قتل کردینا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری طور پر ایک دستہ تیار کر کے ان کے مقابلے کے لیے روانہ کردیا۔

اس کے بعد حارث رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''حارث! تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے نمائندے کو قتل کرنے کے درپے ہوگئے۔'' تو حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں نے تو اسے دیکھا تک نہیں، نہ ہی وہ میرے پاس آیا ہے، میں تو آج ہی آ رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول کا نمائندہ ہمارے پاس نہیں پہنچا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اللہ کے رسول مجھ سے ناراض نہ ہوگئے ہوں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد، 279/4، شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هـذا إسناد صحيح۔ السلسلة

الصحیحة : 234/7)

اس پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس طرح ایک غلط فہمی کی وجہ سے جنگ کے حالات پیدا ہوگئے وہ تو اللہ کا فضل ہوا کہ لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔

اس نازک موقعے پر جب کہ ایک بے بنیاد خبر پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے ایک خوف ناک حادثہ رونما ہوتے ہوتے رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ اصول اور ضابطہ مقرر فرما دیا کہ جب بھی کوئی آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی بات پر عمل درآمد کرنے سے پہلے خبر کی صداقت کی تسلی اور اطمینان کر لیا کرو۔

احکام و مسائل:

①:...... جب کوئی آدمی ہمارے پاس کوئی خبر لائے یا ہمیں کسی بات کی اطلاع دے تو اس کی بات کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ بات پہنچانے والا آدمی کس معیار کا ہے؟ اگر وہ قابل اعتماد اور ذمے دار ہو تو اس کی بات تسلیم کر لی جائے اور اگر وہ غیر معتبر ہو تو اس کے متعلق اس کی بات پر عمل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

مثلاً: انسان کسی کے دروازے پر جا کر دستک دے اور کوئی بے سمجھ بچہ آ کر کہے کہ آپ اندر آ جائیں تو اس پر اس وقت تک عمل نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ کوئی سمجھ دار اور ذمے دار آدمی آ کر اندر آنے کی اجازت نہ دے دے۔

②:...... اس آیت سے مستنبط ہونے والے ضابطے کی روشنی میں علماء اسلام نے علم الجرح والتعدیل وضع کر کے اس کے اصول مقرر کیے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں صرف قابل اعتماد راویوں کی بیان کردہ احادیث کو قبول کیا جاتا ہے اور جو راوی قابل اعتماد نہ ہو، اس کی بیان کردہ حدیث کو ردّ کر دیا جاتا ہے۔ اسی لیے محدثین نے مجہول الحال اور مستور الحال راوی کی روایت کو غیر معتبر کہا ہے کیونکہ ایسے راوی کی حقیقت معلوم اور واضح نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ وہ راوی فاسق، غیر معتبر اور غیر ذمے دار ہو۔

درس حدیث:

كتاب الزهد

إمام ابو داؤد السجستاني

تحقیق وتخریج: محمد ارشد کمال — ترجمہ وفوائد: ابوسفیان عباس میر محمدی

[16]...... حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: نا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، قَالَ: ((فِي الْكُتُبِ: كَمَا تُدِينُ تَدَانُ، إِنَّ الْكَأْسَ الَّذِي بِهِ تَسْقِي بِهِ تَشْرَبُ وَزِيَادَةٌ، فَإِنَّ الْبَادِئَ لا بُدَّ أَنْ يُزَادَ)).

یحییٰ بن ابی عمرو) السیبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: کتابوں میں لکھا ہوا ہے: ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یقیناً وہ جام جس سے تم (دوسروں کو) پلاؤ گے اس سے تم بھی پیو گے اور مزید بھی، کیوں کہ پہل کرنے والے کے لیے لازمی ہے کہ اسے زیادہ دیا جائے۔ (یعنی انسان جس طرح دوسروں کے ساتھ معاملات کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا جاتا ہے، اگر اچھا معاملہ کرے گا تو اس سے بھی اچھا معاملہ کیا جائے گا اور اگر کسی سے بُرا کرے گا تو اس کے ساتھ بھی بُرا ہوگا۔)

تحقیق وتخریج: ...... السیبانی تک اس کی سند حسن ہے۔ اسے ابونعیم نے حلیة الأولیاء (22/5) میں ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

[17]...... حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: نی سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مَيْسَرَةَ: ((أَنَّ حَكِيمًا مِنَ الْحُكَمَاءِ كَتَبَ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَسِتِّينَ مُصْحَفًا حِكَمًا، فَبَثَّهَا فِي النَّاسِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: إِنَّكَ قَدْ مَلَأْتَ الْأَرْضَ بِقَاقًا، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَقْبَلْ شَيْئًا مِنْ بِقَاقِكَ)).

جناب یزید بن میسرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حکیموں میں سے ایک حکیم نے حکمت و دانائی والے تین سو ساٹھ صحیفے لکھے، پھر انھیں لوگوں میں پھیلا دیا، تب اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی (یعنی الہام کیا) کہ بے شک تو نے زمین کو کثرتِ کلام سے بھر دیا ہے، اس لیے اللہ

تعالیٰ نے تیری اس کثیر کلام میں سے کچھ بھی قبول نہیں کیا۔

تحقیق و تخریج: ...... یزید بن میسرہ تک اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام ابن المبارک نے "الزھد" (ح: 69 زیادات نعیم بن حماد عنہ)۔ اور ابونعیم نے "حلیۃ الأولیاء" (268/4) میں روایت کیا ہے۔ یاد رہے کہ اسماعیل (بن عیاش) کی ثقہ وصدوق شامیوں سے روایت حسن لذاتہ جب کہ غیر شامیوں مثلاً حجازیوں وغیرہ سے ضعیف ہوتی ہے۔

[18]...... حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: نا أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهُذَيْلِ الْكُوفِيِّ، قَالَ: ((لَمَّا ظَهَرَ بُخْتُ نَصَّرُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَتَلَ مُقَاتِلَهُمْ وَسَبَى ذُرِّيَّتَهُمْ، قَالَ: فَجِيءَ بِالسَّبْيِ فَجُمِعُوا، قَالَ: فَمَرَّ بِهِمْ نَبِيٌّ لَهُمْ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِهِ، فَدَعَا بِهِ. فَقَالَ: أَلَا تُخْبِرُنِي مَا الَّذِي سَلَّطَنِي عَلَى قَوْمِكَ؟ قَالَ: عِظَمُ خَطِيئَتِكَ وَظُلْمُ قَوْمِي أَنْفُسَهُمْ)).

جناب عبداللہ بن (ابی) الھذیل الکوفی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب بنی اسرائیل پر بخت نصر غالب آیا تو اس نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنایا، پھر ان کے قیدیوں کو جمع کر کے لایا گیا۔ چنانچہ ان قیدیوں کے پاس سے ان کے ایک نبی کا گزر ہوا تو اس (بخت نصر) نے کہا: انھیں میرے پاس لاؤ۔ انھیں بلایا تو اس (بخت نصر) نے کہا: کیا تم مجھے بتاؤ گے نہیں کہ کس چیز نے آپ کی قوم پر مجھے مسلط کیا ہے؟ اس (نبی) نے کہا: تمھارے بڑے بڑے گناہوں نے اور میری قوم کے اپنے اوپر ظلم کرنے نے۔"

تحقیق و تخریج: ......عبداللہ بن (ابی) ہذیل تک اس کی سند صحیح ہے۔ اسے ابونعیم نے "حلیۃ الأولیاء" (502/3) میں روایت کیا ہے۔

[19]...... حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: نا يَزِيدُ -يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ- قَالَ: أنا جَعْفَرٌ -يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ- قَالَ: نا أَسْمَاءُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَابِدٌ، قَالَ: وَكَانَ إِذَا خَرَجَ تُظِلُّهُ سَحَابَةٌ، قَالَ: فَمَرَّ رَجُلٌ فَرَءَاهُ وَالسَّحَابَةُ تُظِلُّهُ

فَغَبَطَهُ وَأَحَبَّهُ ، وَدَنَا مِنْهُ وَحَدَّثَ نَفْسَهُ بِالتَّوْبَةِ ، وَجَعَلَ الْعَابِدُ يَكْرَهُ دُنُوَّهُ ، قَالَ: وَهُوَ يَمْشِي مَعَهُ ، قَالَ: فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا طَرِيقَانِ: فَأَخَذَ الْعَابِدُ طَرِيقًا ، وَأَخَذَ الرَّجُلُ طَرِيقًا ، قَالَ: فَتَبِعَتِ السَّحَابَةُ الرَّجُلَ وَتَرَكَتِ الْعَابِدَ ، فَتَعَلَّقَ بِهِ وَقَالَ: مَا أَحْدَثْتَ؟ مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: مَا أَحْدَثْتُ شَيْئًا وَلَكِنِّي لَمَّا رَأَيْتُكَ غَبَطْتُكَ وَأَحْبَبْتُكَ فِي اللَّهِ وَحُدِّثْتُ نَفْسِي بِالتَّوْبَةِ أَنْ لَا أُرَاجِعَ شَيْئًا مِمَّا كُنْتُ أَصْنَعُ ، قَالَ: وَلَكِنِّي قَدْ مَقَتُّكَ وَكَرِهْتُ دُنُوَّكَ وَأُعْجِبْتُ بِنَفْسِي)) .

جناب معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار تھا، جب وہ (عبادت کے لیے گھر سے) نکلتا تو ایک بدلی اس پر سایہ کرتی۔ چناں چہ ایک دن گزرنے والے ایک شخص نے اسے دیکھا کہ بدلی نے اس پر سایہ کیا ہوا ہے، تو اسے (اس عابد پر) رشک آیا، اس کو پسند کیا، اس کے قریب ہوا، اور اپنے دل میں توبہ کی بات کی، (یعنی سابقہ گناہوں سے توبہ کرنے کا ارادہ کیا) لیکن عابد اس کے قریب ہونے کو ناپسند کرتا تھا۔ راوی کہتا ہے: وہ شخص اس (عابد) کے ساتھ چلتا رہا تو (بالآخر) ان کے درمیان دو راستوں نے جدائی ڈال دی۔ عابد نے اپنا راستہ لیا اور اس آدمی نے اپنا راستہ لیا، (اور چل دیے) تو بدلی عابد کو چھوڑ کر اس (عام) آدمی کے پیچھے چلنے لگی اور اس کے ساتھ معلق ہوگئی۔ اس (عابد) نے کہا: تم نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے کچھ بھی نہیں کیا لیکن میں نے جب تمھیں دیکھا تو میں نے تیرے بارے میں رشک کیا اور میں نے تجھ سے اللہ کے لیے محبت کی اور میرے دل میں توبہ کی بات ڈال دی گئی کہ میں جو پہلے (گناہ) کیا کرتا تھا اب دوبارہ نہیں کروں گا۔ اس (عابد) نے کہا: میں تجھ پر غصہ اور ناراض ہوا، تیرا میرے قریب ہونا مجھے ناپسند لگا اور میرے دل میں خود پسندی آگئی۔ (معلوم ہوا کہ کسی کو حقیر نہیں جاننا چاہیے عاجزی اختیار کرنی چاہیے)

تحقیق و تخریج:...... معاویہ بن قرہ تک اس کی سند حسن ہے۔

[20]...... حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: نا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: نا مَهْدِيٌّ ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ ، عَنِ ابْنِ أُخْتِ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ ، عَنْ

وَهْبٍ: ((أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ تَعَبَّدَ عِبَادَةً، وَسَأَلَ اللّٰهَ حَاجَةً، وَصَامَ لِلّٰهِ سَنَتَيْنِ يَأْكُلُ كُلَّ عَشْرٍ فَلَمْ تُقْضَ حَاجَتُهُ، فَأَقْبَلَ عَلَى نَفْسِهِ يَلُومُهَا، فَقَالَ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ مِنْكِ أُتِيتُ لَوْ كَانَ عِنْدَكِ خَيْرٌ لَأُوتِيتُ، فَأُوحِيَ إِلَيْهِ فَقَالَ: لَسَاعَتُكَ الَّتِي أَزْرَيْتَ فِيهَا عَلَى نَفْسِكَ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَتِكَ)).

جناب وھب (بن منبہ) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک عبادت گزار شخص تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے کسی حاجت کا سوال کیا اور اللہ کے لیے دو سال روزے رکھے، ہر دسویں دن کھانا کھاتا تھا، لیکن اس کی حاجت پوری نہ ہوئی، تو وہ اپنے نفس کو ملامت کرنے لگا۔ اس نے کہا: اے (میرے) نفس! یہ تیری طرف سے ہی ایسے ہوا ہے، اگر تیرے پاس کوئی خیر و بھلائی ہوتی تو مجھے (بھلائی) ضرور مل جاتی۔ اس پر اس کی طرف وحی (الہام) کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری وہ گھڑی جس میں تو اپنے نفس کو حقیر جان رہا ہے تیری عبادت سے افضل ہے۔

تحقیق و تخریج: ......اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے امام بیہقی نے شعب الایمان (ح: 6770) میں روایت کیا ہے۔ ابن اخت وھب بن منبہ کے حالات نہیں ملے۔

اہل علم کا ادب و احترام

(ابن شیر محمد ہوشیار پوری)

امام ابوحاتم الرازی (المتوفی: 277ھ) فرماتے ہیں: ''امام علی بن مدینی حدیث و علل میں (ماہر ترین ہونے کے ساتھ ساتھ) لوگوں میں معروف ترین تھے۔ اور امام احمد بن حنبل (ادباً) ان کا نام نہیں لیتے تھے، جب بھی انھیں یاد کرتے کنیت ابوالحسن سے یاد کرتے تھے۔ اور میں (ابوحاتم) نے کبھی بھی ان (امام احمد) کو ان (امام علی بن مدینی) کا نام لیتے نہیں سنا۔ (جب بھی یاد کرتے کنیت سے یاد کرتے)۔''

(کتاب الجرح والتعدیل: 319/1، وسندہ صحیح)

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

سجدے اور تشہد سے اٹھنے کا مسنون طریقہ

رسول اللہ ﷺ جب دوسرے سجدے سے فارغ ہوتے تو بیٹھ جاتے اور پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھتے اور ہاتھوں کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے۔

❁:......سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((أَنَّـهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُـصَـلِّـيْ فَـإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا)) . (صحيح البخاري، ح : 823)

''انھوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ جب آپ ﷺ طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک سیدھے ہو کر اچھی طرح بیٹھ نہ لیتے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((وَإِذَا رَفَـعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّـجْدَةِ الثَّـانِيَةِ جَـلَـسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ)) . (صحيح البخاري، ح : 824)

''اور جب آپ ﷺ دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگاتے پھر اٹھتے تھے۔''

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والـغـرض مـنه هنا ذكر الإعتماد على الأرض عند القيام من السجود أو الجلوس . (فتح الباري : 303/2)

''اور امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سجود یا جلسہ سے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکا جائے۔''

❁:...... جناب ابوقلابہ کہتے ہیں کہ سیّدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان میں تشریف

فرما تھے تو انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بیان کروں؟ چناں چہ انھوں نے نماز کے وقت کے بغیر نماز پڑھی (اور ہمیں دکھائی) پھر جب انھوں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھایا تو سیدھے بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے اور زمین پر ہاتھوں سے سہارا لیا۔ (صحيح ابن خزيمة، ح : 687، وإسناده صحيح)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ سجدے سے اٹھ کر جلسہ استراحت کیا جائے پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹکا کر اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔

سجدے میں کیسے جایا جائے؟

اور اسی طرح جب سجدہ کے لیے جھکا جائے تو پہلے ہاتھوں کو زمین پر ٹکایا جائے اور پھر گھٹنے زمین پر رکھے جائیں اور پھر سجدہ کیا جائے اور یہی بات صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

❁:......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ)). (سنن أبي داوٗد، ح : 840، وقال الشيخ زبير علي زئي: إسناده حسن)

''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ایسے نہ بیٹھے جیسے اونٹ بیٹھتا ہے، چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔''

ہاتھوں کو زمین پر رکھنے سے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے ذریعے زمین کا سہارا لینا مراد ہے، اور اس کی وضاحت بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے، مثلاً

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: عَلَى الْجَبْهَةِ ۔وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلٰى أَنْفِهِ۔ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ))

(صحيح البخاري، ح: 812)

''مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر۔ اور آپ ﷺ

نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا (کہ ناک اور پیشانی کی ہڈی ایک ہی ہے)، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کے پنجوں پر۔''

اس حدیث میں دونوں ہاتھوں پر سجدہ کرنے سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر رکھنی مراد ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ، وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ)). (صحيح مسلم، ح: 580)

''نبی ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔''

دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھنی مراد ہیں۔

جناب قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا:

((أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ؟))

''کیا نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مصافحہ (کرنے کا دستور) تھا؟

انھوں نے فرمایا: ((نَعَمْ)) ''ہاں۔'' (صحيح البخاري: 6263)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المصافحة: هي مفاعلة من الصفحة والمراد بها الإفضاء بصفحة اليد إلى صفحة اليد. (فتح الباري: 54/11)

لفظ "مصافحة"، "صفحة" سے باب ''مفاعلة" ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی (بطن کف) کو دوسرے شخص کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی (بطن کف) سے ملانا۔''

معلوم ہوا کہ ہاتھ سے مراد ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ سے مراد عموماً ہتھیلی ہی ہے اور لغت کی کتابوں مثلاً: المنجد وغیرہ میں بھی ہاتھ کا یہی مطلب لکھا ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں: لغات الحدیث از علامہ وحید الزمان۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ سجدہ یا تشہد سے اٹھتے وقت دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھا جائے۔اور ان احادیث صحیحہ میں "عجن" کا لفظ موجود نہیں ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سجدہ یا تشہد سے اٹھتے وقت ''آٹا گوندھنے والے کی طرح انگلیوں کو بند کر کے مکّا بنا کر اور انگلیوں کی پشت کو زمین پر ٹکا کر اٹھا جائے۔'' اور اس مسئلہ میں ان کی بنیادی دلیل یہ روایت ہے:

جناب ازرق بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ يُعْجِنُ فِي الصَّلَاةِ، يَعْتَمِدُ عَلٰى يَدَيْهِ إِذَا قَامَ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُعْجِنُ فِي الصَّلَاةِ، يَعْنِي: يَعْتَمِدُ.

(المعجم الأوسط للطبراني، ح : 4007)

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز میں (اپنے ہاتھوں کو) آٹا گوندھنے والے کی طرح (بند کر لیتے یعنی) اپنے ہاتھوں پر ٹیک لگاتے جب کھڑے ہوتے۔''

لیکن یہ روایت صحیح نہیں، اس میں ہیثم بن علقمہ بن قیس بن ثعلبہ ہے۔اس راوی کا کوئی اتا پتا نہیں کہ کون ہے؟ ہمیں تلاش بسیار کے باوجود اس کا ترجمہ نہیں ملا۔اگر یہ ہیثم بن عمران الدمشقی ہے تو یہ مجہول ہے۔

ہمارے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آٹا گوندھنے کی طرح اٹھنے والی روایت کا ایک راوی ہیثم بن عمران الدمشقی ہے جس سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہے مگر اس کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی لہٰذا وہ مجہول الحال ہے۔اصول حدیث کی رو سے مجہول الحال کی عدم متابعت والی روایت ضعیف ہی ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔(فتاوی علمیه : 1/380- 381)

امام عثمان بن سعید الدارمی کی شہرہ آفاق کتاب قسط:2

"الرد علی الجهمية"

یعنی

جہمیہ کے گمراہ کن عقائد کا رد

تحقیق وتخریج: محمد ارشد کمال ترجمہ: پروفیسر ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

(11)...... کفارِ قریش کے بعد اپنے باطنی کفر و نفاق کا سب سے پہلے بصرہ میں جعد بن درھم نے اور خراسان میں جہم بن صفوان نے اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ نے جہم کو اپنے بندوں کے ہاتھوں بدترین انداز سے قتل کروا کر کیفر کردار تک پہنچایا۔

(12)...... جعد بن درھم کو تو خالد بن عبد اللہ قسری رحمہ اللہ نے گرفتار کر کے عید الاضحیٰ کے دن عام مسلمانوں کی موجودگی میں واسط شہر میں قتل کر دیا۔ اس (خالد) کے اس فعل پر اس دور کے کسی بھی مسلمان نے کوئی اعتراض کیا اور نہ نکیر۔ بلکہ سب نے اس کے اس فعل کی تصویب کی اور اسے مستحسن قرار دیا۔

(13)...... حبیب بن ابی حبیب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ خالد بن عبد اللہ قسری نے واسط شہر میں عید الاضحیٰ کے دن ہمیں خطبہ دیا اور دورانِ خطبہ اس نے کہا کہ لوگو! جا کر قربانیاں کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری قربانیاں قبول فرمائے۔ میں آج جعد بن درھم کی قربانی کرنے والا ہوں۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل نہیں بنایا۔ نہ ہی اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کی۔ جعد بن درھم جو کچھ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے یکسر پاک ہے۔ پھر اس نے خطبے سے فارغ ہونے کے بعد جعد کو قتل کر دیا۔

[**تحقیق و تخریج**:...... اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے امام بخاری نے "خلق افعال العباد (ح: 3) اور "التاریخ الکبیر" (64/1) امام آجری نے "الشریعة" (ح: 738) اور امام بیہقی نے

"السنن الکبریٰ" (385/10، ح: 20887) میں روایت کیا ہے۔اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن محمد بن حبیب اور اس کا والد مجہول ہیں۔]

(14)...... ابوسعید عثمان بن سعید دارمی (مصنف کتاب ہذا) فرماتے ہیں کہ کفار و مشرکین نے اس کے بعد طویل عرصے تک چپ سادھے رکھی۔ وہ معاشرے میں انتہائی ذلیل، بے وقعت اور اہل علم کی نظروں میں دھتکارے ہوئے رہے، تاآنکہ امت اور معاشرے میں فقہاء بہت تھوڑے رہ گئے، اہل علم دنیا سے رخصت ہوتے گئے اور گم راہی کے مناداوں نے لوگوں کو بدعات کی طرف بلانا اور غلط عقائد کو ترویج دینا شروع کردیا، یہودیوں اور عیسائیوں کی اولادوں نے اور عراق کے نومسلمین وغیرہ جو دائرۂ اسلام میں پناہ گزیں تھے۔ انھوں نے پَر پُرزے نکالنے شروع کردیے، انھیں اپنے گمراہ کن عقائد کی نشر و اشاعت کا موقعہ مل گیا، انھوں نے اسلام کی بنیادوں کو گرانا شروع کردیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار اور رسولوں کی تکذیب کرنے لگے، انھیں جب بھی موقعہ ملتا وہ اللہ کی وحی (قرآن) کا ابطال کرتے، انھوں نے جب عوام الناس میں جہالت و کم علمی اور معاشرے میں اہل علم کی قلت کو دیکھا تو انھوں نے موقعے کو غنیمت جانتے ہوئے کفر کو اپنا امام بنا کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینا شروع کردی۔ وہ کم علم لوگوں کے سامنے پیچیدہ مسائل اور گمراہ کن نظریات پھیلا کر اہل اسلام کو مغالطوں میں الجھانے لگے تاکہ اسلام کے متعلق ان کے دلوں میں شکوک پیدا کرکے دین کو لوگوں پر خلط ملط کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کو تشکیک میں مبتلا کردیں۔ یہی کام ان سے پہلے کفار و مشرکین کا تھا۔ جو کہا کرتے تھے کہ:

﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ (المدثر: 25)

''یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔''

نیز ان لوگوں نے قرآن کے متعلق یہ بھی کہا کہ:

﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴾ (ص: 7)

''یہ قرآن تو محض من گھڑت اور محمد ﷺ کا اپنا بنایا ہوا ہے۔''

(15)...... پس جب ہم نے ان کی کج روی دیکھی اور ہمیں ان کے مذہب کی حقیقت سمجھ آئی کہ وہ لوگ درحقیقت کافر اور اللہ کے رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کے منکر اور اللہ تعالیٰ کے کلام، اس کے علم اور امر کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ضرورت محسوس کی کہ ہم کتاب وسنت کے دلائل اور اہل علم کے کلام کے ذریعے ان لوگوں کے خود ساختہ اور مزعومہ دلائل کا رد پیش کریں تاکہ عام لوگ ان حضرات کے مغالطوں سے خود بھی محفوظ رہیں اور اپنی اولادوں اور اہل وعیال کو بھی متنبہ کرسکیں۔ نیز دلائل کی روشنی میں ان گمراہ لوگوں کا رد کرسکیں۔ اس طرح وہ اللہ کے دین کا دفاع کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہوکر بہترین بدلہ پاسکیں۔

(16)...... ہمارے اسلاف اس قسم کے موضوعات میں بحث مباحثہ کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسے موضوعات سے محفوظ رکھا تھا۔ البتہ ان کے بعد جب اسلام آہستہ آہستہ مٹنے لگا اور اہل علم دنیا سے رخصت ہوتے چلے گئے تو ہم جیسے لوگ اس قسم کے موضوعات میں مبتلا ہوگئے۔ ان گمراہ لوگوں نے جب باطل اور غلط نظریات کو فروغ دیا تو دلائل کے ساتھ ان کا رد کرنے کے سوا ہمارے لیے کوئی چارہ نہ رہا۔

اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور تابعین عظام امت کو اس قسم کے گمراہ لوگوں سے اور ان کے مغالطات سے متنبہ کرتے رہے تاکہ وہ اپنی من مانی خواہشات کے بل بوتے پر، اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور قرآن کریم کے بارے میں ایسی باتیں کر کے گمراہ نہ ہوجائیں اور جہالت و لاعلمی کے ساتھ ان کے بارے میں خواہ مخواہ جھگڑے کر کے کفر میں مبتلا نہ ہوجائیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ((اَلْمِرَاءُ فِی الْقُرْآنِ کُفْرٌ)) ”علم کے بغیر قرآن کے بارے میں لوگوں سے جھگڑنا کفر ہے۔“

(سنن أبي داوٗد ، ح : 4603، وسنده حسن)

اسی لیے صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے بعض حضرات قرآن کریم کی تفسیر سے حتیٰ الامکان اجتناب کیا کرتے تھے کیوں کہ قرآن کے متعلق کچھ کہنا، دراصل اللہ ہی کے بارے میں کہنا ہوتا ہے۔

(17)......سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
((أَيُّ أَرْضٍ تُـقِـلُّنِيْ وَأَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِيْ ، إِذَا قُلْتُ فِي كَلَامِ اللّٰهِ مَا لَا أَعْلَمُ))
''اگر میں علم یعنی دلائل کے بغیر اللہ کے کلام (قرآن مجید) کے بارے میں کچھ کہوں تو وہ کون سی زمین ہے جو مجھے پناہ دے گی اور کون سا آسمان ہے جو مجھ پر سایہ کرے گا۔'' (مراد یہ ہے کہ ایسی صورت میں میرے لیے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی)

[**تحقیق و تخریج**: ......اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے امام ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' (ح:30731)، امام طبری نے ''جامع البیان'' (ح:78۔ 79)، ابوعبید قاسم بن سلام نے ''فضائل القرآن'' (ص:227)، خطیب بغدادی نے ''الجامع لإخلاق الراوي'' (ح:1596) اور ابن عبدالبر نے ''جامع بیان العلم'' (ح:1561) میں روایت کیا ہے۔ ابومعمر، عامر شعبی اور ابراہیم تیمی کا سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔]

(18)......عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ سے قرآن کریم کے ایک مقام کی تفسیر کے حوالے سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور سیدھی راہ اختیار کرو۔ وہ لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں جو کما حقہ جانتے تھے کہ قرآن کی یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔

[**تحقیق و تخریج**: ......اس کی سند صحیح ہے۔ اسے امام ابن المبارک نے ''الزهد'' (ح: 205 زیادات نعیم بن حماد عنہ)، امام طبری نے ''جامع البیان'' (ح: 97) اور ابوعبید قاسم بن سلام نے ''فضائل القرآن'' (ص: 228) میں روایت کیا ہے۔]

(19)......سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جو اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ ہیں، جنھوں نے اپنی آنکھوں سے تنزیل قرآن کے مواقع کا مشاہدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ قرآن کریم کے اکثر و بیشتر حصے کے متعلق جانتے بھی تھے کہ وہ کب اور کس سلسلے میں نازل ہوا، اس کے باوجود وہ قرآن

کی تفسیر کے متعلق کچھ کہنے سے احتراز کرتے اور احتیاط برتتے تھے، مبادا کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ بیٹھیں جو مرادِ الٰہی کے برعکس ہو اور وہ ایسی بات کہہ کر ہلاکت میں پڑ جائیں۔ اور یہی کیفیت ان کے بعد عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ کی تھی، حالانکہ وہ کبار تابعین میں سے تھے۔ یہ عظیم المرتبت اہل علم و خواص قرآن کے حوالے سے گفتگو کرنے میں اس قدر محتاط تھے تو ان کے برعکس ان کے بعد آنے والوں کو بھی دیکھیں جو دین اور علم کے حوالے سے بالکل کورے ہیں اور اپنی بے دینی و کم علمی کی بنا پر دین کو درجہ بدرجہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ اپنی خواہشات اور مرضی کی روشنی میں مرادِ الٰہی کے برعکس اور لغاتِ عرب کے بالکل متضاد و مخالف تفسیر کرتے ہیں۔

(20)...... (اسی لیے) بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ امت اس وقت تک ہلاک (تباہ) نہیں ہوگی جب تک ان میں زندقہ (الحاد و بے دینی) نہ آ جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (ناحق) باتیں نہ کرنے لگیں۔

(21)...... حجاج بن دینار سے روایت ہے کہ منصور بن المعتمر فرماتے ہیں کہ کوئی دین اس وقت تک خراب نہیں ہوتا جب تک اس میں "منّانیہ" قسم کے لوگ نہ پیدا ہو جائیں۔ میں نے دریافت کیا کہ ان (منانیہ) سے کون لوگ مراد ہیں؟ انھوں نے کہا: ''بے دین۔''

[**تحقیق و تخریج**: ......اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے امام فریابی نے "کتاب القدر" (ح: 359) میں روایت کیا ہے۔ سوید بن سعید الانباری کے متعلق ہمارے شیخ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: ضعیف ضعفه الأئمة من أجل اختلاطه ولا يحتج به إلا ما يروى عنه مسلم فى صحيحه۔ (أنوار الصحيفة، ص: 44)]

(22)...... محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اختلاف نہ کرنے لگیں گے۔

[**تحقیق و تخریج**: ......اس کی سند ضعیف ہے۔ سبب ضعف سفیان ثوری مدلس کا عنعنہ ہے۔]

(23)...... محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس امت (کے لوگ) جب اللہ تعالیٰ (کی صفات کے بارے میں) بحث مباحثے کرنے لگیں گے تو یہ امت تباہ ہو جائے گی۔

[**تحقیق و تخریج:** ......اس کی سند ضعیف ہے۔ عمرو بن ثابت سخت ضعیف ہے۔]

(24)......علی بن حسن بن شقیق سے روایت ہے کہ ابن المبارک نے فرمایا: جہمیہ (ایک گمراہ فرقہ) کی باتیں بیان کرنے کی نسبت مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں یہود و نصاریٰ کی باتیں ذکر کروں۔

[**تحقیق و تخریج:** ......اس کی سند صحیح ہے۔ اسے امام ابوداؤد نے "مسائل الإمام احمد" (ح:1737) اور عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "السنة" (ح:23) میں روایت کیا ہے۔]

(25)...... سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَزَالُوْنَ يَسْأَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ لِأَحَدِكُمْ: هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَنَا، فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى)) "لوگ دین کے حوالے سے بلاضرورت قسم کے سوال کیا کریں گے حتیٰ کہ ایسا بھی ہوگا کہ تم میں سے کسی سے یہ بھی دریافت کیا جائے گا کہ ہمیں تو اللہ نے پیدا کیا ہے (آپ یہ بتائیں کہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ اہل عراق میں سے ایک آدمی نے سوال کرتے ہوئے پوچھا: ابو ہریرہ! ان چیزوں کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ سن کر میں نے (حیرت سے) اپنی انگلی اپنے کان پر رکھ لی اور زور سے پکارا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے، وہ اللہ واحد، یکتا اور بے نیاز ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾﴾ (الاخلاص: 3، 4)

"نہ اس (اللہ) نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنم دیا اور کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں۔"

[**تحقیق و تخریج:** ......اسے امام مسلم نے اپنی "الصحیح" (ح:135)، امام احمد نے "المسند" (387/2) میں روایت کیا ہے۔]

(26)......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ لَهُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ لَهُ: مَنْ خَلَقَ

رَبَّكَ؟ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ)) ''شیطان بندے کے پاس آ کر (اس کے دل میں مختلف خیالات اور وسوسے ڈالتے ہوئے) کہتا ہے کہ اس چیز کو کس نے اور فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہاں تک کہ وہ اسے یہ وسوسہ بھی دلاتا ہے کہ تمھارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ (جب اسے اس قسم کے وسوسے اور خیالات آئیں) تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور (مزید سوچنے سے) رک جائے۔''

[**تحقیق و تخریج:** ...... یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اسے امام بخاری نے اپنی ''الصحیح'' (ح:3276) اور امام مسلم نے اپنی ''الصحیح'' (ح:134) میں روایت کیا ہے۔]

(27)......سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ السَّمَآءَ؟ فَيَقُوْلُ: اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، فَيَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ؟ فَيَقُوْلُ: اللّٰهُ، فَيَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ اللّٰهَ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ: آمَنَّا بِاللّٰهِ)) ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آ کر اسے اس قسم کے خیالات اور وسوسے دلاتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ آدمی کہتا ہے کہ اللہ عزوجل نے۔ پھر وہ وسوسہ دلاتا ہے کہ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے۔ بالآخر وہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ پس جس آدمی کو اس قسم کے وسوسے آنے لگیں تو (وہ رک جائے اور) کہے: ہمارا اللہ پر ایمان ہے۔''

[**تحقیق و تخریج:** ......اسے امام مسلم نے ''الصحیح'' (ح: 134) میں روایت کیا ہے۔]

(28)......سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر کہا: اللہ کے رسول! آپ ہمارے سامنے اپنے رب کا نسب بیان کریں تو اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ ﴾

''کہہ دیجیے کہ وہ اللہ یکتا ہے، اللہ سب سے یکسر بے نیاز ہے۔''

اَلصَّمَدُ (سب سے یکسر بے نیاز) وہ ہوتا ہے جو ﴿ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴾ ''نہ اس کی

کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔'' ہو، کیونکہ ہر پیدا ہونے والا بالآخر موت سے دوچار ہوگا اور جسے موت آئے اس کا کوئی نہ کوئی وارث بھی ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ نہ تو اسے موت آ سکتی ہے اور نہ کوئی اس کا وارث ہوسکتا ہے۔ ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ''اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔'' یعنی نہ کوئی اس جیسا ہے، نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ اور اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں۔

[**تحقیق و تخریج**: ......اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے امام ترمذی نے اپنی "السنن" (ح:3364)، امام احمد نے اپنی "المسند" (134/5) اور امام حاکم نے "المستدرك" (540/2) میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابوسعد محمد بن میسرہ ضعیف ہے۔ اس میں ایک اور علت بھی ہے وہ یہ کہ ابوجعفر کی ربیع بن انس سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔]

(29)......ابو ہلال الراسبی کہتے ہیں کہ ہمیں ایک آدمی نے بیان کیا کہ سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ اپنے رب کا تعارف کرواسکتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ اس کی کوئی مثال ہی نہیں۔

تحقیق و تخریج: ......اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے امام عبداللہ بن احمد نے "السنة" (ح:1185) اور امام بیہقی نے "اسماء الله و صفاته" (ح:617) میں روایت کیا ہے۔ اس میں رجل (آدمی) مجہول اور ابو ہلال الراسبی ضعیف ہے۔

(30)......ابو یعلی منذر الثوری کا بیان ہے کہ محمد بن حنفیہ نے کہا: تم سے پہلے لوگوں میں جن کو (دین کا) علم دیا گیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تشکیک کا شکار ہوگئے تھے اور اس کی کیفیات کے متعلق بحث کیا کرتے تھے، وہ ایک دوسرے سے دریافت کیا کرتے تھے کہ آسمانوں کے اوپر کیا ہے؟ اور زمین کے نیچے کیا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گمراہ ہوگئے۔ ان کی حالت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ جب ان میں سے کسی کو سامنے کی طرف سے پکارا جاتا تو وہ پیچھے کی طرف (منہ کرکے) جواب دیتا اور جب اسے پیچھے کی طرف سے پکارا جاتا تو وہ سامنے کی طرف (رخ کرکے) جواب دیتا۔

[**تحقیق و تخریج**:......اس کی سند حسن ہے۔ سالم بن ابی حفصہ صدوق ہے۔ (التقریب:2171)]

(31)......ابوسعید عثمان بن سعید دارمی (مصنف کتاب ہذا) کہتے ہیں: اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عامۃ الناس ہماری بیان کردہ ان احادیث اور ان جیسی دوسری احادیث کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں تو میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرنے والے ان ''معطلّہ'' کے قبیح اقوال و آراء اور ان کے کفریہ عقائد کے حوالے سے بہت سی ایسی باتیں ذکر کرتا جن سے ان کے اقوال و آراء کی خرابیاں اور برائیاں آشکارا ہو جاتیں۔

مگر ہمیں اندیشہ ہے کہ عام اور سادہ منش لوگ ان کو سمجھ نہ کر سکیں گے اور انھیں صحیح طور پر نہ سمجھنے کی بنا پر شک و ارتیاب کا شکار ہو جائیں گے۔ اسی حوالے سے امام ابن المبارک کا یہ قول قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، انھوں نے فرمایا کہ جہمیہ (گمراہ لوگوں) کی باتیں ذکر کرنے کی نسبت مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں یہود و نصاریٰ کی باتوں کا ذکر کروں۔

(32)......ابن مبارک کی یہ بات یقیناً درست ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے انکار کے حوالے سے جہمیہ وغیرہ کے عقائد و خیالات یہود و نصاریٰ کے عقائد سے زیادہ خطرناک ہیں۔ آئندہ اوراق میں ہم ان کے بہت سے غلط عقائد و خیالات کے ردّ کے حوالے سے مختصر گزارشات پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دو چیزوں میں حسن ظن مفید نہیں

(ابوعبدالرحمٰن قصوری)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (المتوفی: 198ھ) فرماتے ہیں: ''خصلتان لایستقیم فیهما حسن الظن الحکم والحدیث یعنی لا یستعمل حسن الظن فی قبول الروایة عمن لیس بمرضی.''

''دو چیزوں میں حسن ظن مفید نہیں ہے، ایک فیصلہ کرنے میں، دوسرا حدیث کے بیان کرنے میں، یعنی ناقابل اعتماد بندے سے روایت لینے میں حسن ظن سے کام نہیں لینا چاہیے۔'' (الجرح والتعدیل: 35/2، وسندہ صحیح)

محمد ارشد کمال

خلافت صدیقی پر نبوی اشارے

نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا حاکم اور خلیفہ منتخب کرلیا۔

امام ابوبکر آجری (المتوفی: 360ھ) فرماتے ہیں: آپ لوگ یہ بات جان لیں! اللہ تعالیٰ ہم پر اور آپ پر رحم فرمائے کہ جو شخص اسلام کا پیروکار ہو اور جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان کا ذائقہ چکھایا ہو، وہ اس بارے میں اختلاف نہیں کرے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ کسی مسلمان کے لیے اس کے علاوہ مؤقف اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور یہ چیز دلائل کے ذریعے سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے حوالے سے خصوصیت عطا فرمائی، نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خصوصیت عطا کی اور اپنی وفات کے بعد بھی ان کے بارے میں حکم دیا۔ (الشريعة، ص: 441)

گو آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں واضح طور پر تو کسی صحابی کا نام بطور خلیفہ پیش نہیں کیا، تاہم آپ ﷺ نے ایسے کئی ایک اشارے ضرور فرمائے جن سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بعد خلافت صدیقی کی پیشین گوئی فرمائی اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنانے کا حکم دیا۔ اس مضمون میں چند اشارات بیان ہوں گے:

①:...... آپ ﷺ نے اپنی مرضِ وفات میں فرمایا: ''ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' عرض کیا گیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ بے حد نرم دل اور رقیق القلب انسان ہیں، وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی حکم دیا تو پھر وہی عرض کیا گیا۔ پھر تیسری بار آپ نے فرمایا: ''تمھاری مثال صواحب یوسف کی سی ہے، ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' چنانچہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے

لگے۔‘‘(صحيح البخاري، ح : 664)

نبی کریم ﷺ کا اپنی مرض وفات میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کرنا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان تمام ایام میں لوگوں کی امامت کروانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ نبی ﷺ کے بعد امامت وخلافت انھی کو ملنے والی ہے اور وہی خلیفہ بنیں گے۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے انصار کے گروہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ کے رسول نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا؟ تم میں سے کون ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہونا چاہتا ہے؟ انھوں نے کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔

(مسند أحمد: 21/1 و إسناده حسن)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا اپنے ایام مرض میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑے کرنا اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد وہی خلیفہ ہوں گے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس اشارے کو سمجھ گئے تھے۔

②:...... حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا تھا۔(صحيح البخاري : 4657)

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں امارت حج کے منصب پر فائز ہوئے گویا نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں آپ کو نماز میں اپنا نائب بنایا اور حج میں بھی۔ آپ ﷺ کا نماز اور حج جیسے اہم امور میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمانا بھی اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے۔

③:......ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے اسے (اب کی دفعہ لوٹ جانے اور) پھر کبھی دوبارہ آنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو؟ گویا وہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر آپ وفات پا جائیں تو (کس سے ملوں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں نہ مل سکوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔'' (صحيح البخاري : 7220)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر استدلال کیا ہے۔ آپ نے اس حدیث پر خلافت کا عنوان قائم کیا ہے۔

علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (المتوفی 804ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے گا اور اس حدیث میں شیعہ کے اس قول کا رد ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کی تھی، اسی طرح ان رافضیوں کے قول کا بھی رد ہے جنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی تصریح کی تھی۔ (التوضيح لشرح الجامع الصحيح: 259/20)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی : 852ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی شرح میں بعض علماء کا یہ کہنا درست ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہیں، لیکن اس میں صراحت نہیں بلکہ واضح اشارہ ہے۔ (فتح الباري : 407/13)

④:...... وفات سے چند دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ مسجد میں کوئی دروازہ نہ چھوڑا جائے سب بند کر دیے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔''

(صحيح البخاري :3654)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی : 354ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث میں دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے کیوں کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے بارے میں لوگوں کا طمع یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ مجھ سے مسجد میں ہر کھڑکی بند کر دو، سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔ (صحيح ابن حبان : 6860)

علامہ ابن بطال رقم طراز ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ایک دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس چیز کے ساتھ خاص کیا ہے جس کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو خاص نہیں کیا۔ وہ اس طرح کہ ان کا دروازہ مسجد میں رکھا، تا کہ ان کو امامت میں اپنا خلیفہ بنائیں اس لیے کہ وہ اپنے گھر سے مسجد میں نکل سکیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلا

کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے سب لوگوں کو اس سے روک دیا۔ یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ (شرح البخاري لابن بطال: 142/3)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی: 795ھ) فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے اس خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور مسجد میں ان کے دروازے کے کھلنے سے ان کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور سب لوگوں کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ اس نفی میں اشارہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اکیلے ہی آپ ﷺ کے بعد خلافت کے اہل ہوں گے کیوں کہ امام مسجد میں زیادہ آنے کا ضرورت مند ہوتا ہے۔ اسی میں نمازیوں کی مصلحت ہوتی ہے۔ (فتح الباري لابن رجب: 547/2)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: 911ھ) فرماتے ہیں: علماء کا بیان ہے کہ یہ حدیث سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف کھلا اشارہ ہے کیوں کہ آپ مسجد میں کھڑکی کی راہ سے نماز پڑھانے تشریف لاتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء، ص :67)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے سوائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔ وہ جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہوتے۔ ان کا یہی راستہ تھا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ (مسند أحمد 331/1- سنن الترمذي : 3732 وإسناده حسن)

تطبیق:

ان روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ سد ابواب (دروازے بند کرنے) کا حکم دو مرتبہ دیا گیا۔ پہلی مرتبہ دیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا استثناء ہوا اور وہ اس لیے کہ ان کا باہر آنے جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہ تھا اس لیے انھیں استثناء ملا۔ اور دوسری مرتبہ بند کرنے کا جو حکم آیا تو اس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو استثناء ملا اور اس سے مقصود ان کی خصوصیت اور استحقاق خلافت کا اظہار تھا۔ پہلی دفعہ جب دروازے بند کرنے کا حکم جاری ہوا تو علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ چھوڑ کر باقی سب بند کر دیے گئے۔ بعد ازاں لوگوں نے مسجد میں قریب سے آنے کے لیے کھڑکیاں بنا لیں اور ان کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ تب آپ ﷺ نے وفات سے چند روز قبل تمام

کھڑکیاں بھی بند کرنے کا حکم فرما دیا اور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ کر دیا۔ اب تمام کھڑکیاں اور علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ سب بند کر دیے گئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو استثناء ملا، اور ظاہر ہے کہ یہ استثناء کسی اختصاص، امتیاز اور وجہ ترجیح کی بنا پر ہی دیا تھا۔ وہ اختصاص یہی تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق اور اس پر متمکن ہونے والے تھے سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استحقاقِ خلافت بلا فصل کو ظاہر کرنے کے لیے سد ابواب کے عام حکم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استثناء فرمایا۔ (مزید دیکھیں، فتح الباري: 20/7)

⑤:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں خواب میں ایک کنویں پر کھڑا اس سے پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس ابوبکر و عمر آئے۔ ابوبکر نے مجھ سے ڈول لے لیا اور ایک یا دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں ذرا کمزوری تھی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر ابوبکر کے ہاتھ سے وہ ڈول عمر نے لے لیا اور ان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی وہ ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے ان سے زیادہ کوئی ہمت والا اور بہادر انسان نہیں دیکھا جو اتنی حسن تدبیر اور مضبوط قوت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہو۔ چناں چہ انھوں نے اتنا پانی کھینچا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلا کر بٹھا دیا۔'' (صحيح البخاري: 3676)

اس حدیث میں بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بڑا واضح اشارہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈول لیا، یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملے گی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ڈول کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی، یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ان کی مدت خلافت کم ہوگی اور اس میں فتوحات بھی کم ملیں گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ (المتوفی: 204ھ) فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ''ان (ابوبکر) کے ڈول کھینچنے میں کمزوری تھی۔'' کا معنی ان کی مدت خلافت کا اختصار، ان کی وفات کا جلد واقع ہونا اور اہل ارتداد سے لڑنے میں مصروف ہونے کی وجہ سے ان کا فتوحات اور خلافت اسلامیہ کو توسیع دینے سے رہ جانا اور اس کا موقع نہ ملنا ہے۔

(كتاب الأم: 21/2)

⑥:......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: ''اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں انھیں ایک تحریر لکھ دوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی (خلافت کی) تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے اور کوئی کہنے والا یوں نہ کہے کہ میں اس (خلافت) کا زیادہ مستحق ہوں، حالاں کہ اللہ انکار کرتا ہے، اور مسلمان بھی انکار کرتے ہیں کہ ابوبکر کے سوا کسی اور کو (خلافت) ملے۔''(صحیح مسلم، ح: 2387)

علامہ نووی رحمہ اللہ (المتوفی: ٦٧٦ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واضح دلیل ہے اور مستقبل کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے کہ خلافت کے معاملے میں مسلمانوں میں نزاع ہوگا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسلمان کسی کی خلافت پر متفق نہیں ہوں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ مکتوب لکھ دیں گے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جانا دشوار اور مشکل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت سے نماز پڑھنے بھی نہیں جا رہے تھے۔ آپ نے نمازوں میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا تھا۔

(شرح صحيح مسلم: 273/2، 274)

⑦:......سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تمھارے درمیان رہتا ہوں، لہٰذا تم میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن الترمذي، ح: 3663 و إسناده حسن)

اس حدیث میں بھی خلافت صدیقی کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ ان کی اقتدا کرنا۔

⑧:......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو خلیفہ بناتے؟ انھوں نے فرمایا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ پوچھا گیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو خلیفہ بناتے؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کو۔ پوچھا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد؟ فرمایا: ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

کو۔اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔(صحیح مسلم، ح: 2385)

یہ روایات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور پھر ایسے ہی ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ارباب حل وعقد اور پھر تمام مسلمانوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بین ثبوت ہے۔اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سلسلے میں کوئی شبہ ہوتا یا ان کے خاص اور عام میں اس کے درمیان کوئی اختلاف ہوتا تو وہ سب آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں متفق نہ ہوتے اور اگر انھوں نے بیعت کر لی تھی تو دوسرے اس کو جائز قرار نہ دیتے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہو جانا خلافت صدیقی کے برحق ہونے کے لیے کافی ہے۔ بالفرض اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ بھی ہوتی، اس کی طرف کوئی اشارہ کنایہ نہ بھی ہوتا تو ان کی خلافت کے صحیح ہونے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع ہی کافی تھا۔اللہ ہمیں حق کی پیروی کی توفیق دے۔آمین

ماہ ستمبر واکتوبر میں ''نور الحدیث'' جاری کروانے والے

- جناب محمد عظمت، بھیرہ
- قاری محمد ادریس ثاقب، بھوئے آصل
- جناب محمد رئیس احمد شاکر، بھوئے آصل
- جناب محمد امین خان، حیدر آباد
- مولانا محمد ابراہیم ربانی، نیوسعید آباد
- جناب حافظ حسنین احمد، لاہور
- جناب محمد عثمان بن فریدی خان، ٹیکسلا
- مولانا سعید الرحمٰن ہزاروی، ہری پور
- حافظ محمد سعد ہزاروی، ہری پور
- چوہدری محمد ادریس ایڈووکیٹ لاہور
- جناب محمد بلال احمد (شریف پورہ) لاہور
- عمر فاروق بن مظفر اقبال، گوجرانوالہ

جزاهم الله خيراً

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبۂ خلافت

ابوعبدالرحمٰن قصوری

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کی گئی، اس سے اگلے روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے گفتگو کی، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا:

''لوگو! کل میں نے آپ لوگوں سے ایک ایسی بات کہی تھی جس کو میں نے کتاب اللہ میں نہیں پایا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق مجھ سے کوئی عہد لیا تھا۔ میں وہ بس اس وجہ سے کہی تھی کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امر (خلافت) کی تدبیر فرمادیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تمھارے اندر اپنی کتاب باقی رکھی ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول کی راہنمائی فرمائی۔ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمھاری راہنمائی کرے گا۔ اور اب اللہ نے تمھارے امر (خلافت) کو تمھارے بہترین شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''صاحب'' (ساتھی) اور وہ ''ثانی اثنین اذھما فی الغار'' پر جمع کردیا ہے۔

لہٰذا اٹھو اور ان کی بیعت کرو۔ چنانچہ لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سقیفہ کے بعد بیعت عامہ کی۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی۔ انھوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: امابعد!

> ''لوگو! مجھے تمھارا سربراہ بنایا گیا ہے۔ میں خود کو تم سے بہتر نہیں سمجھتا۔ اگر میں درست کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو میری اصلاح کرنا۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمھارا کمزور شخص میرے نزدیک طاقت ور ہے حتی کہ میں اسے اس کا حق دلا دوں۔ ان شاء اللہ۔ اور تمھارا طاقت ور

شخص میرے نزدیک کمزور ہے حتی کہ میں اس سے مظلوم کا حق وصول کرلوں۔ ان شاءاللہ۔ یادرکھو! جوقوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، اللہ اس قوم کو ذلیل وخوار کردیتا ہے، اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے، اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ اور اللہ تم پر رحم کرے (چلو) اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔'' (السيرة النبوية لابن هشام، ص:٨٤٠ وإسناده صحيح)

رائے کو پرکھنے کا معیار

(سیّد تنویر الحق شاہ ہزاروی)

محدث دیارِ اندلس علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر (المتوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

واعلم يا أخي أن السنن والقرآن هما أصل الرأي والعيار عليه، وليس الرأي بالعيار على السنة، بل السنة عيار عليه، ومن جهل الأصل لم يصب الفرع أبدًا.

''میرے بھائی! تو خوب جان لے کہ قرآن وسنت، رائے کو پرکھنے کے لیے بنیادی کسوٹی ومعیار ہیں۔ رائے حدیث وسنت کو پرکھنے کے لیے کسوٹی ومعیار نہیں، بلکہ حدیث وسنت رائے کو پرکھنے کے لیے کسوٹی ومعیار ہیں، جو شخص اصل (یعنی قرآن وحدیث) سے جاہل ہوگا وہ فرع (یعنی رائے وقیاس) میں کبھی بھی درست نہیں ہوسکتا۔'' (جامع بيان العلم وفضله: 289/2)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یا بدعا؟

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی، خال المومنین، کاتبِ وحی، عادل حکمران، پیکر رحمت، جلیل القدر صحابی، سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بہت سے فضائل ومناقب میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ان کے لیے کئی دُعائیں فرمائی ہیں۔ اس حوالے سے تین احادیث ملاحظہ فرمایئے:

①:...... سیدنا عبد الرحمٰن بن ابو عُمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا، وَاهْدِهٖ، وَاهْدِ بِهٖ، وَلَا تُعَذِّبْهُ))

(مسند الإمام أحمد : 216/4، سنن الترمذي : 3842، وقال : حسنٌ غريبٌ، التاريخ الكبير للبخاري : 240/5، الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم : 1129، الشريعة للآجري : 1914، والسياق لهٗ، تاريخ بغداد للخطيب : 207/1-208، وسندهٗ حسنٌ)

''اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ بنا۔ ان کو بھی ہدایت دے اور ان کے ذریعے لوگوں کو بھی۔ اور ان کو عذاب سے بچا۔''

②:...... سیدنا عرباض بن ساریہ سُلَمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اَللّٰھُمَّ! عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ)) (مسند الإمام أحمد : 127/4، الشريعة للآجري : 1970-1973، وسندهٗ حسنٌ)

''اے اللہ! انھیں قرآنِ کریم کی تفسیر اور حساب سکھا دے اور ان کو عذاب سے

بچا لے۔''

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (ح: 1938) اور امام ابن حبان (ح: 7210) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس کا راوی حارث بن زیاد شامی جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لِلْحَدِيثِ شَاهِدٌ قَوِيٌّ ." (سير أعلام النبلاء : 124/3)

''اس حدیث کا ایک قوی شاہد بھی موجود ہے۔''

فضیلت کو گہنانے کی مذموم کوشش:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی یہ دعائیں اور یہ فضیلت بعض لوگوں کو برداشت نہیں ہوئی، تو انھوں نے اسے گہنانے اور مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس مذموم سازش کو تشت از بام کرنے کے لیے اس سلسلے کی تیسری حدیث اور اس کے صحیح معنی ومفہوم پر سیر حاصل بحث سپردِ قلم کی جا رہی ہے۔

③:......سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ ، قَالَ : فَجَاءَ ، فَحَطَأَنِي حَطْأَةً ، وَقَالَ : 'اذْهَبْ ، وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ ، قَالَ : فَجِئْتُ ، فَقُلْتُ : هُوَ يَأْكُلُ ، قَالَ : ثُمَّ قَالَ لِي : اذْهَبْ ، فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ ، قَالَ : فَجِئْتُ ، فَقُلْتُ : هُوَ يَأْكُلُ ، فَقَالَ : لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ .)) (صحيح مسلم : 2604)

''میں بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں ایک دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پیار سے) میرے کندھوں کے درمیان تھپکی لگائی اور فرمایا: ''جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلاؤ۔'' میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دوبارہ

فرمایا کہ جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلاؤ۔'' میں دوبارہ گیا تو وہ ابھی کھانا ہی کھا رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان کے پیٹ کو نہ بھرے۔''

یہ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتی ہے۔اس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص ثابت نہیں ہوتی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کلام بطورِ بددعا نہیں تھا، بلکہ بطورِ مزاح اور بطورِ تکیۂ کلام تھا۔کلامِ عرب میں ایسی عبارات کا بطورِ مزاح یا بطورِ تکیۂ کلام استعمال ہونا ایک عام بات ہے۔عربی لغت و ادب کے ادنیٰ طلبہ بھی اس سے واقف ہیں۔

❁:...... صحیح مسلم کے شارح،مشہور لغوی امام،حافظ یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

"إِنَّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّهٖ وَدُعَائِهٖ وَنَحْوِهٖ، لَيْسَ بِمَقْصُودٍ، بَلْ هُوَ مِمَّا جَرَتْ بِهٖ عَادَةُ الْعَرَبِ فِي وَصْلِ كَلَامِهَا بِلَا نِيَّةٍ، كَقَوْلِهٖ: "تَرِبَتْ يَمِينُكَ"، و"عَقْرٰى حَلْقٰى"، وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ: "لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ"، وَفِي حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ: "لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ"، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، لَا يَقْصُدُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ حَقِيقَةَ الدُّعَاءِ."

(شرح صحیح مسلم: 152/16)

''بعض احادیث میں (صحابہ کرام کے لیے) رسول اللہ ﷺ کی جو بددعا وغیرہ منقول ہے، وہ حقیقت میں بددعا نہیں، بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو عرب لوگ بغیر نیت کے بطورِ تکیۂ کلام بول دیتے ہیں۔(بعض احادیث میں کسی صحابی کو تعلیم دیتے ہوئے) نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ "تَرِبَتْ يَمِينُكَ" (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو)، (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کا فرمانا کہ) "عَقْرٰى حَلْقٰى" (تُو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)، اس حدیث میں یہ فرمان کہ "لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ" (تیری عمر زیادہ نہ ہو) اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے

بارے میں آپ ﷺ کا فرمان کہ ”لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ“ (اللہ تعالیٰ ان کا پیٹ نہ بھرے)، یہ ساری باتیں اسی قبیل سے ہیں۔ ایسی باتوں سے اہل عرب بددعا مراد نہیں لیتے۔“

❀:...... مشہور لغوی، ابو منصور، محمد بن احمد، ازہری (م : 370ھ) ایسے کلمات کے بارے میں مستند لغوی ابو عبید سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَهٰذَا عَلٰى مَذْهَبِ الْعَرَبِ فِي الدُّعَاءِ عَلَى الشَّيْءِ مِنْ غَيْرِ إِرَادَةٍ لِّوُقُوعِهٖ، لَا يُرَادُ بِهِ الْوُقُوعُ.“ (تهذيب اللغة : 145/1)

”ایسی باتیں عربوں کے اس طریقے کے مطابق ہیں، جس میں وہ کسی کے بارے میں بددعا کرتے ہیں لیکن اس کے وقوع کا ارادہ نہیں کرتے، یعنی بددعا کا پورا ہو جانا مراد ہی نہیں ہوتا۔“

❀:...... شارحِ صحیح بخاری، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (م : 449ھ) اس طرح کی ایک عبارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”هِيَ كَلِمَةٌ لَّا يُرَادُ بِهَا الدُّعَاءُ، وَإِنَّمَا تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَدْحِ، كَمَا قَالُوا لِلشَّاعِرِ، إِذَا أَجَادَ: قَاتَلَهُ اللّٰهُ، لَقَدْ أَجَادَ.“

(شرح صحيح البخاري : 329/9)

”یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس سے بددعا مراد نہیں ہوتی۔ اسے صرف تعریف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جب کوئی شاعر عمدہ شعر کہے تو عرب لوگ کہتے ہیں: قَاتَلَهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اسے مارے)، اس نے عمدہ شعر کہا ہے۔“

امام مسلم رحمہ اللہ کا طرزِ عمل

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مندرجہ بالا حدیث ذکر کرنے سے پہلے کچھ اور احادیث ذکر کی ہیں، تاکہ اس حدیث کا صحیح معنیٰ و مفہوم متعین ہو سکے، وہ احادیث بھی ملاحظہ فرمائیے اور بعض دشمنانِ صحابہ کی عقل کا حساب لگائیے۔

❁:......سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ ـ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ ـ فَرَآى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ ، فَقَالَ : ((آنْتِ هِيَهْ؟ لَقَدْ كَبِرْتِ ، لَا كَبِرَ سِنُّكِ)) ، فَرَجَعَتِ الْيَتِيمَةُ إِلٰى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي ، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ : مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ؟ قَالَتِ الْجَارِيَةُ : دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَنْ لَّا يَكْبَرَ سِنِّي ، فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا ، أَوْ قَالَتْ : قَرْنِي ، فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا ، حَتّٰى لَقِيَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟)) فَقَالَتْ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! أَدَعَوْتَ عَلٰى يَتِيمَتِي ، قَالَ : ((وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟)) قَالَتْ : زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَّا يَكْبَرَ سِنُّهَا ، وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا ، قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ : ((يَا أُمَّ سُلَيْمٍ ! أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلٰى رَبِّي ، أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلٰى رَبِّي ، فَقُلْتُ : إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ، أَرْضٰى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ ، مِنْ أُمَّتِي ، بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ ، أَنْ يَّجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَّزَكَاةً ، وَقُرْبَةً يُّقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

(صحیح مسلم : 2603)

سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا، جو کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، ان کے ہاں ایک لڑکی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو دیکھا تو فرمایا: ''یہ تُو ہے؟ تُو تو بڑی ہوگئی ہے۔ تیری عمر بڑی نہ ہو۔'' یہ سن کر وہ لڑکی روتی ہوئی سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف دوڑی۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا:

میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرما دی ہے کہ میری عمر نہ بڑھے۔ اب تو میری عمر کبھی نہیں بڑھے گی۔سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے اپنی چادر زمین پر گھسیٹتے ہوئے گئیں اور رسول اللہ ﷺ سے ملیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ام سلیم! آپ کو کیا ہوا؟'' انھوں نے عرض کیا: اللہ کے نبی! آپ نے اس لڑکی کے لیے بددعا فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بات کیا ہے؟'' عرض کیا: لڑکی کہتی ہے کہ آپ نے اس کو یہ بددعا دی ہے کہ اس کی عمر نہ بڑھے۔اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''ام سلیم! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ شرط منظور کرائی ہے اور دُعا کی ہے کہ میں ایک انسان ہوں، انسانوں کی طرح راضی بھی ہوتا ہوں اور ناراض بھی۔لہٰذا جس کے لیے بھی میں بددعا کردوں جس کا وہ مستحق نہ ہو، تو اس بددعا کو اس کے لیے گناہوں سے پاکیزگی اور طہارت بنادے، نیز اس بددعا کو روزِ قیامت اپنے تقرب کا ذریعہ بنادے۔''

اب کوئی بتائے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکی کو کسی ناراضی یا غصہ کی بنا پر یہ الفاظ کہے تھے، جو اس لڑکی اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے پریشانی کا سبب بھی بن گئے؟ اور کیا ان الفاظ سے اس لڑکی کی کوئی تنقیص ثابت ہوتی ہے؟ خود رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ یہ الفاظ بطورِ بددعا نہیں تھے اور ایسے الفاظ یقیناً سننے والے کے لیے بسا اوقات پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ایسے الفاظ کو مخاطبین کے لیے اجر و ثواب اور اپنے تقرب کا ذریعہ بنادے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسی حدیث کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ: لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ ''اللہ تعالیٰ ان کا پیٹ نہ بھرے۔''

یوں یہ الفاظ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے باعث تقربِ الٰہی اور باعثِ منقبت و فضیلت ہیں۔علمائے اہل سنت و اہل حق کا یہی فہم ہے۔

❁:......حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فَرَكَّبَ مُسْلِمٌ مِّنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ فَضِيلَةٌ لِّمُعَاوِيَةَ ." (البداية والنهاية : 8/119-120)

''امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پہلی حدیث کے متصل بعد ذکر کیا ہے۔یوں اس حدیث سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔''

❁:......شارحِ صحیح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ فَهِمَ مُسْلِمٌ رَّحِمَهُ اللّٰهُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَكُنْ مُسْتَحِقًّا لِّلدُّعَاءِ عَلَيْهِ ، فَلِهٰذَا أَدْخَلَهُ فِي هٰذَا الْبَابِ ، وَجَعَلَهُ غَيْرُهُ مِنْ مَّنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ ، لِأَنَّهُ فِي الْحَقِيقَةِ يَصِيرُ دُعَاءً لَهُ .

(شرح صحيح مسلم : 16/156)

''امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ فہم لیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بددعا کے مستحق نہیں تھے۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔امام مسلم کے علاوہ دیگر اہل علم نے بھی اس حدیث کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں شامل کیا ہے، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ حقیقت میں ان کے لیے دُعا بن گئے تھے۔''

یہ تو بات تھی ان الفاظ کے بارے میں جو بطورِ مدح وتکیہ کلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صادر ہوئے تھے، جب کہ معاملہ اس سے بھی کہیں آگے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرام کے لیے بتقاضائے بشریت حقیقی بددعا کر دی، اللہ تعالیٰ نے اس بددعا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی وجہ سے ان کے لیے باعثِ رحمت بنا دیا، جیسا کہ:

❁:......سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اَللّٰهُمَّ ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ ، أَوْ لَعَنْتُهُ ، أَوْ جَلَدْتُهُ ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَّرَحْمَةً))

''اے اللہ! میں ایک بشر ہوں، لہٰذا مسلمانوں میں سے جس شخص کو میں بُرا بھلا

کہوں یا اس کے لیے بددعا کروں یا اسے ماروں تو ان چیزوں کو اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے۔'' (صحیح مسلم : 89/2601)

ایک روایت (صحیح مسلم: 91/2601) میں یہ الفاظ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ ! إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ ، یَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ ، وَإِنِّي قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَھْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِیهِ ، فَأَیُّمَا مُؤْمِنٍ آذَیْتُهٗ ، أَوْ سَبَبْتُهٗ ، أَوْ جَلَدْتُهٗ ، فَاجْعَلْھَا لَهٗ کَفَّارَةً ، وَقُرْبَةً ، تُقَرِّبُهٗ بِھَا إِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))

''اے اللہ! بلاشبہ محمد (ﷺ) بشر ہے، اسے انسانوں کی طرح غصہ آ جاتا ہے۔ میں نے تجھ سے ایسا وعدہ لیا ہوا ہے، جس کو تو نہیں توڑے گا۔ وہ یہ ہے کہ جس مؤمن کو میں تکلیف دوں یا اسے بُرا بھلا کہوں یا اسے ماروں، تو اِن چیزوں کو اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بنا دے اور روزِ قیامت ان چیزوں کو اس کے لیے اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دے۔''

❁:......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

دَخَلَ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ ، فَکَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ ، لَا أَدْرِي مَا ھُوَ ، فَأَغْضَبَاهُ ، فَلَعَنَھُمَا ، وَسَبَّھُمَا ، فَلَمَّا خَرَجَا ، قُلْتُ : یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَیْرِ شَیْئًا ، مَا أَصَابَهٗ ھٰذَانِ ، قَالَ: ((وَمَا ذَاكِ؟)) قَالَتْ : قُلْتُ : لَعَنْتَھُمَا وَسَبَبْتَھُمَا ، قَالَ: ((أَوَ مَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَیْهِ رَبِّي؟ قُلْتُ : اَللّٰھُمَّ ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِینَ لَعَنْتُهٗ ، أَوْ سَبَبْتُهٗ ، فَاجْعَلْهُ لَهٗ زَکَاةً وَّأَجْرًا)) (صحیح مسلم : 2600)

دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے کوئی بات کی، میں وہ بات سمجھ نہیں پائی۔ ان کی بات کی وجہ سے آپ ﷺ کو غصہ

آ گیا۔آپ نے ان کو بُرا بھلا کہا اور بددعا دی۔ جب وہ دونوں آپ ﷺ کے پاس سے چلے گئے تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا اتنی تکلیف بھی کسی کو پہنچی ہوگی جتنی ان کو پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’کیا مطلب؟‘‘ میں نے عرض کیا: آپ نے انھیں بُرا بھلا کہا اور بددعا دی ہے۔آپ نے فرمایا: ’’کیا آپ کو وہ شرط معلوم ہے جو میں نے اپنے رب پر رکھی ہے؟ میں نے اپنے رب سے یہ شرط رکھی ہے کہ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں، لہٰذا جس مسلمان کو میں بددعا دوں یا بُرا بھلا کہوں، تُو اسے اس کے لیے گناہوں سے پاکیزگی اور اجر کا باعث بنا دے۔‘‘

ثابت ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے غصے میں کسی صحابی کے لیے حقیقی بددعا بھی کر دی تو وہ بھی اس صحابی کے لیے اجر وثواب اور مغفرت وتقربِ الٰہی کا باعث بن گئی۔ چہ جائے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں۔

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاخیر کی بنا پر غصے میں یہ الفاظ کہے تو بھی ہماری ذکر کردہ احادیث کی روشنی میں یہ الفاظ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت اور تقرب الٰہی کی بین دلیل ہیں۔

اس حدیث میں دوہری فضیلت ہے

اس حدیث کا سیاق بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت پر دلالت کرتا ہے، مسند طیالسی (2869، وسندہٗ صحیح) میں اسی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ ، يَكْتُبُ لَهٗ .

’’رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کے لیے وحی کی کتابت کریں۔‘‘

یعنی اس حدیث سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتبِ وحی ہونا ثابت ہو رہا ہے، جو کہ باجماعِ امت بہت بڑی فضیلت ومنقبت اور شرف ہے۔اسی لیے:

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (499-571ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وَأَصَحُّ مَا رُوِيَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ . “

’’یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مروی صحیح ترین حدیث ہے۔‘‘

(تاریخ دمشق: 106/59، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 131/8)

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (1332-1420ھ) فرماتے ہیں:

”وَقَدْ يَسْتَغِلُّ بَعْضُ الْفِرَقِ هٰذَا الْحَدِيثَ، لِيَتَّخِذُوا مِنْهُ مَطْعَنًا فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلَيْسَ فِيهِ مَا يُسَاعِدُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، كَيْفَ؟ وَفِيهِ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ ﷺ؟“

(سلسلة الأحاديث الصحيحة : 82)

’’بعض گمراہ فرقے اس حدیث کو غلط استعمال کرتے ہوئے اس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو ان کی تائید کرتی ہو۔اس حدیث سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کیسے ثابت ہوگی؟ اس میں تو یہ ذکر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کاتبِ وحی تھے۔‘‘

اتنی تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس حدیث کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کی دلیل ماننے کی بجائے اسے توڑ مروڑ کر تنقیص بنانے کی کوشش کرے، تو یہ اس کی بددیانتی اور ہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں ہی فرمائی ہیں، کبھی بددعا نہیں فرمائی۔اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کی محبت پر زندہ رکھے، اسی پر موت دے اور ہمارا حشر بھی صحابہ کرام کے ساتھ کردے۔آمین

قسط:1

نماز جنازہ میں ایک ہی طرف سلام پھیرنا مسنون ہے

محمد ابراہیم ربانی، بدین سندھ

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کا مسئلہ اہل علم کے مابین مختلف فیہ ہے، بعض اہل علم ایک طرف سلام پھیرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض دونوں طرف سلام پھیرنے کو، ہماری تحقیق کے مطابق قرآن وحدیث اوراجماع کی رو سے نماز جنازہ میں ایک ہی جانب سلام پھیرنا راجح ہے، جب کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کی جمیع روایات اصول حدیث واسماءالرجال کی روشنی میں ضعیف ہونے کی بناء پر ناقابل عمل ہیں۔نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرنے کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر(1):

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سهلِ بْنِ حُنَيْفٍ يُحَدِّثُ ابْـنَ الْمُسَيِّبِ قَالَ:السُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ أَنْ يُكَبِّرَ ، ثُمَّ يَـقْـرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُـمَّ يُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ ، وَلَا يَقْرَأُ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى ، ثُمَّ يُسَلِّمَ فِي نَفْسِهِ عَنْ يَمِينِهِ .

’’امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ امام سعیدبن مسیّب کو حدیث سنارہے تھے، انھوں نے فرمایا:نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی (پہلی)تکبیر کہے، پھرسورہ فاتحہ کی قراءت کرے پھر(دوسری تکبیر کے بعد)نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردرود پڑھے۔پھر(تیسری تکبیر کے بعد)میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرے۔قراءت صرف پہلی تکبیر کے

بعد کرے، پھر اپنی دائیں جانب خاموشی سے سلام پھیر دے۔'' [المصنف لعبدالرزاق 489/3، المصنف لابن أبي شيبة : 490/2، المنتقى لابن الجارود : 540، مسند الشاميين للطبراني : 3000، وإسناده صحيح]

اس حدیث کے تمام رواۃ اعلیٰ درجہ کے ثقات میں سے ہیں۔

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی 318ھ) فرماتے ہیں:

تسليمة أحب إلي لحديث أبي أمامة بن سهل ۔''مجھے (نماز جنازہ) میں ایک طرف سلام پھیرنا ابوامامہ بن سہل کی حدیث کی وجہ سے پسند ہے۔

[الأوسط لابن المنذر : 493/5]

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی 405ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:"هَـذَا حَـدِيـثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ، وَلَيْسَ فِي التَّسْلِيمَةِ الْوَاحِدَةِ عَلَى الْجِنَازَةِ أَصَحُّ مِنْهُ ." یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے، اگرچہ انھوں نے اس کو اپنی کتب میں درج نہیں کیا اور نماز جنازہ میں ایک طرف سلام کے متعلق صحیح ترین روایت یہی ہے۔[المستدرك على الصحيحين : 360/1]

امام ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود رحمہ اللہ (المتوفی 307ھ) نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔[المنتقیٰ لابن الجارود : 540]

تنبیہ: ......امام ابن الجارود رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المنتقٰی" میں صحت کا التزام کیا ہے، لہٰذا اس میں موجودہ روایات امام صاحب کے نزدیک صحیح متصور ہوں گی ۔یہی بات احناف کی درج ذیل کتب میں موجود ہے ۔ [درس ترمذی: 63/1، 191،طبع مکتبہ دارالعلوم کراچی۔ خیر الاصول فی حدیث رسول، ص: 11 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی از مولوی خیر محمد جالندھری دیوبندی۔ بوادرالنوادر، ص135 از اشرف علی تھانوی۔ الکوکب الدری 51/1، طبع مکتبہ الشیخ۔ تشریحات ترمذی 37/1،طبع قدیمی کتب خانہ۔ دقائق السنن: 46/1،طبع مکتبہ صفدریہ پشاور]

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ (المتوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ الصَّحِيحَيْنِ۔''اس حدیث کو امام نسائی نے بخاری ومسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔''[المجموع : 1126/1، طبع بیت الأفکار]

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748ھ) نے بھی اس حدیث کو بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔[تلخیص المستدرک: 360/1]

امام ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی 852ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: إِسْنَادُهُ صَحِيح ''اس حدیث کی سند صحیح ہے۔''[فتح الباری:260/3، طبع دارالسلام، الریاض]

محدث العصر علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ (المتوفی 1420ھ) فرماتے ہیں: وھذا سند صحیح رجاله رجال الشیخین ''اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کے رواۃ بخاری ومسلم کے رجال میں سے ہیں۔''[ارواء الغلیل :180/3، ح: 734 طبع المکتب الاسلامی]

محدث شہیر ذہبی عصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی 1435ھ) نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[مقالات : 59/1، ھدیۃ المسلمین ص129، طبع مکتبہ اسلامیہ۔ الحدیث شمارہ 3 ص26]

فائدہ:......سیدنا ابوامامہ کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے، اس کی تفصیل راقم کی کتاب ''نماز جنازہ میں ایک ہی طرف سلام پھیرنا مسنون ہے'' صفحہ نمبر 37، 38 میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اگر بالفرض کوئی شخص سیدنا ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو صحابی رسول تسلیم نہ بھی کرے تو بھی یہ حدیث منقطع قرار نہیں پائے گی، کیوں کہ دوسری سند میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کسی دوسرے صحابی سے سننے کی صراحت بھی کردی ہے۔[الأوسط لابن المنذر، ح : 3158۔ المستدرك على الصحيحين : 361/1، وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه]

❁:......اس حدیث میں نماز جنازہ میں ایک طرف سلام کو سنت کہا گیا ہے، واضح رہے

کہ جب بھی کوئی صحابی کسی مسئلے کو سنت کہہ کر بیان کرے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس اصول پر محدثین کا اجماع ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی 405ھ) فرماتے ہیں: وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ سُنَّةٌ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ۔ ''محدثین وفقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابی کا سنت کہنا مسند حدیث ہوتی ہے۔

[المستدرك على الصحيحين : 358/1]

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (المتوفی 204ھ) فرماتے ہیں: وَأَصْحَابُ النَّبِيِّ لَا يَقُوْلُوْنَ بِالسُّنَّةِ إِلَّا لِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ سنت کا لفظ صرف سنت رسول ﷺ ہی پر بولتے تھے۔ [كتاب الأم : 470/1، طبع دار ابن حزم]

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَولُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا فَالْأَكْثَرُ عَلَى أَنَّ ذٰلِكَ مَرْفُوْعٌ ، وَنَقَلَ ابنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيْهِ الاتِّفاقَ ۔ ''صحابی کا سنت کہنا اکثر کے نزدیک مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے، اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ [شرح نخبة الفكر ، ص:108 طبع مكتبة البشرى] نیز اسی بات کو علماء احناف نے بھی تسلیم کیا ہے۔ [عمدة القاري شرح صحيح البخاري : 203/8، تحت حديث 5531 طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ شرح نزهة النظر ، ص: 560 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ توضيح السنن 556/1، از عبدالقیوم حقانی۔ درس ترمذی: 124/2، از تقی عثمانی طبع مکتبہ دارالعلوم کراچی]

اس حدیث میں نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرنے کے ساتھ ساتھ سورہ فاتحہ پڑھنے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ افسوس ہے آل تقلید پر کہ انھوں نے اس حدیث سے ثابت ہونے والے مذکورہ دونوں مسائل کو تقلید ناسدید کی بھینٹ چڑھا دیا!

دلیل(2):

عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَاصَلَّى عَلَى الْجِنَازَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ ، فَإِذَا فَرَغَ سَلَّمَ عَلَى يَمِينِهِ وَاحِدَةً .

امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز جنازہ پڑھتے تو رفع الیدین کرتے، پھر تکبیر کہتے، پھر جب فارغ ہوتے تو اپنی دائیں جانب ایک ہی سلام پھیرتے۔" [المصنف لابن أبي شيبة ، ح: 307/3، ح : 11611)

اس کی سند صحیح ہے۔ محدث شہیر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی: 1435ھ) فرماتے ہیں: اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ (فتاوی علمیه : 542/1)

اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم:

کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک طرف سلام کی مخالفت ثابت نہیں، اسی وجہ سے کئی ائمہ وعلماء نے اس پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ امام ابومحمد عبداللہ بن احمد ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی 620ھ) فرماتے ہیں: التَّسْلِيمُ عَلَى الْجِنَازَةِ تَسْلِيمَةٌ وَاحِدَةٌ ، عَنْ سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ فِيهِ اخْتِلَافٌ إِلَّا عَنْ إِبْرَاهِيمَ۔ یعنی نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرنا چھ صحابہ سے مروی ہے، ابراہیم نخعی (تابعی) کے علاوہ کسی سے بھی اختلاف ثابت نہیں۔ [المغني 491/2، طبع مكتبة الرياض الحديثيه]

مزید فرماتے ہیں:

"مَنْ سَمَّيْنَا مِنَ الصَّحَابَةِ ، وَلَمْ يُعْرَفْ لَهُمْ مُخَالِفٌ فِي عَصْرِهِمْ ، فَكَانَ إِجْمَاعًا ."

"یعنی جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہم نے نام لیے ہیں ان کے زمانے میں ان کی مخالفت ثابت نہیں یوں اس (ایک طرف سلام) پر اجماع ہوگیا۔" [أيضاً]

امام صاحب مزید جوزجانی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أَمَّا إِذَا أَجْمَعَ النَّاسُ وَاتَّفَقَتْ الرِّوَايَةُ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ ،

فَشَذَّ عَنْهُم رَ جُلٌ ، لَمْ يُقَلْ لِهَذَا اخْتِلَافٌ ."

''یعنی جب لوگوں کا اس (جنازے میں ایک طرف سلام پھیرنے پر) اجماع ہوگیا اور صحابہ وتابعین سے اتفاق ثابت ہوگیا تو ایک آدمی کے شاذ قول کو اختلاف کا نام نہیں دیا جائے گا۔'' [أیضاً]

امام صاحب کی تصریح سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پر اجماع ہے اور دو طرف سلام والا موقف شاذ ہے۔

امام ابوبکر بن منذر نیساپوری رحمہ اللہ (المتوفی 319ھ) فرماتے ہیں: نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرنا مجھے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے زیادہ پسند ہے اور اس لیے بھی کہ اس (ایک طرف سلام) پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہے وہ دیگر لوگوں کی بنسبت سنت کا زیادہ علم رکھنے والے تھے، اور انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا اور اسے یاد کیا اور جن صحابہ سے ایک طرف سلام پھیرنا ثابت ہے، ان سے کسی بھی (صحابی) نے اختلاف نہیں کیا۔ [الاوسط لابن المنذر : 493/5، طبع دار الفلاح]

سعودی عرب کی فتاوی کمیٹی (لجنۃ الدائمۃ) نے بھی ایک طرف سلام پر اجماع نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

"تتابع العمل من الصحابة والتابعين رضى الله عنهم على تسليمة واحدة عن اليمين من صلاة الجنازة، ولم يعرف بينهم خلاف فى ذلك، ولم يثبت عن أحد منهم فيما نعلم أنه انصرف منها بتسليمتين"

''یعنی صحابہ اور تابعین کا ہمیشہ نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پر عمل رہا ہے، ان کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق ان (صحابہ وتابعین) میں سے کسی ایک سے بھی نماز جنازہ میں دو طرف سلام پھیرنا ثابت نہیں۔'' [فتاوى اللجنة الدائمة 390/8، طبع إدارة البحوث العلمية والإفتاء]

دنیا سے رسول اللہ ﷺ کی رحلت

اردو قالب: پروفیسر ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

امام اسحاق بن راھویہ (المتوفی 238ھ) فرماتے ہیں:

مرحوم بن عبد العزیز القرشی نے ہمیں خبر دیتے ہوئے کہا کہ ہم سے ابوعمران الجونی نے یزید بن بانبوس کے طریق سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، اس نے کہا:

''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دنوں میں اپنے اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ منورہ سے باہر چلا گیا تھا، میرا ایک دوست بھی میرے ساتھ تھا۔ وہ (دراصل) میری بکریوں کا چرواہا تھا۔ میرے اس دوست نے (ایک موقع پر) مجھ سے کہا: کیا خیال ہے، ہم اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری نہ دے آئیں؟ میں نے کہا: ہاں ضرور جانا چاہیے، لیکن ہم ان سے کوئی بھی بات از خود دریافت نہیں کریں گے۔ وہ میرے ساتھ چل دیا اور ہم اُمّ المومنین کے حجرے کے پاس پہنچ گئے۔ (اُمّ المومنین کے بھائی) سیّدنا عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزر کر اندر چلے گئے اور انھوں نے ہمارے لیے اُمّ المومنین سے ہم کلامی کی اجازت طلب کی۔ اُمّ المومنین دروازے کے قریب آکر دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہوگئیں۔ میرے ساتھی نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا اور پوچھا: اُمّ المومنین! ''عراك'' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ ''عراك'' کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ''حیض'' کو ''عراك'' کہتے ہیں۔ اُمّ المومنین نے فرمایا: اللہ کے بیان کے مطابق اس کا نام ''محیض'' یعنی ''حیض'' ہے۔ پھر فرمایا کہ (میں ایام حیض میں ہوتی تھی اور) اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے لپٹ جایا کرتے تھے۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف ایک کپڑا حائل ہوتا تھا اور آپ میرا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ (دیگر ازواج میں سے کسی کے گھر سے آتے ہوئے) میرے حجرے کے پاس سے گزرتے تو کوئی

ایسی بات کہہ جاتے (یا کوئی ایسا کام کر جاتے) جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ یعنی اس بات (یا کام) سے مجھے بہت زیادہ مسرت ہوتی۔ اس کے بعد ہوا یوں کہ آپ میرے (حجرے کے) پاس سے گزرے تو آپ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ اس کے بعد بھی آپ گزرے تو آپ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ (تو میں نے لونڈی، خادمہ سے کہا کہ دروازے کے قریب میرا تکیہ لگا دو) اور میں نے (مریض آدمی کی طرح) سر پر کپڑا باندھ لیا اور بستر پر لیٹ گئی۔ (آپ نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو) فرمایا: ''عائشہ! کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! سر میں درد ہے۔ انھی دنوں جبریل علیہ السلام آپ کو اطلاع دے چکے تھے کہ آپ اب دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔ میری بات سن کر آپ نے فرمایا: ''سر درد کی شکایت تو میں کروں۔'' اُمّ المومنین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد چار آدمی آپ کو ایک چادر پر رکھ کر اٹھا کر لائے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: ''عائشہ! باقی خواتین (اُمہات المومنین) کو بلواؤ۔'' میں نے سب کی طرف پیغام بھیجا۔ سب آ گئیں تو آپ نے فرمایا: ''(بیماری کی شدت کی بنا پر) میں (باری کے مطابق) تمھارے ہاں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا تم مجھے باقی ایام عائشہ کے گھر میں گزارنے کی اجازت دے دو۔'' سب نے خوشی خوشی اجازت دے دی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ کا رخ مبارک خوب سرخ ہو چکا اور آپ کو پسینہ آ رہا تھا۔ اس سے پہلے میں نے کبھی کسی کی روح نکلنے کا منظر نہیں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا، ''عائشہ! میرا جسم اپنے سینے پر ٹکا دو۔''

میں نے آپ کو اپنے سینے پر ٹکا کر اپنا ہاتھ آپ کے جسم اطہر پر رکھ دیا۔ اس دوران میں آپ نے اپنا سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا تو میں نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ میں نے سمجھا کہ آپ میرا بوسہ لینا چاہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے دہن مبارک سے پانی کا ٹھنڈا قطرہ نکل کر میرے سینے پر آ پڑا۔ اس کے ساتھ ہی آپ جھک کر بستر پر جا پڑے۔

اس سے پہلے میں نے کسی کو فوت ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ آپ کا آخری منظر دیکھنے کے بعد

اب مجھے اوروں کی وفات کا پتہ چلنے لگ گیا ہے۔
میں نے آپ کے اوپر کپڑا ڈال کر آپ کو ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے انھیں آنے کی اجازت دے دی اور پردہ اپنی طرف کھینچ لیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کے رخ مبارک سے کپڑا ہٹا کر دیکھا اور کہا عائشہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: کچھ دیر سے آپ پر غشی طاری ہے۔ انھوں نے آپ کے اوپر کپڑا ڈال دیا اور افسوس کرتے ہوئے کہا: ہائے مصیبت۔ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑا غم (صدمہ) ہے۔ پھر وہ دونوں اٹھ کر باہر کی طرف چل دیے۔
دروازے کے قریب جا کر مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: عمر! اللہ کے رسول وفات پا گئے ہیں۔ انھوں نے کہا: تم غلط کہہ رہے ہو۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی فوت نہیں ہوئے۔ آپ پر اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک آپ منافقین (کا صفایا کرنے کے لیے ان) کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیں گے۔ تجھے تو ہمیشہ الٹی ہی باتیں سوجھتی ہیں۔
ان کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اور پوچھا: عائشہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا: کچھ دیر سے آپ پر غشی طاری ہے۔ اس کے بعد انھوں نے آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر اپنا دہن مبارک آپ کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کی کنپٹیوں پر رکھ کر (انتہائی غم اور افسوس سے) کہا: ہائے میرے نبی! ہائے میرے خلیل (جگری یار) اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات سچی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ﴾ (الزمر: 30/39) ”(اے نبی) آپ فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی بالآخر مر جائیں گے۔“ نیز اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ ﴾ (الانبیاء: 34/21، 35) ”(اے نبی) ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کے لیے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا، اگر آپ فوت ہونے والے ہیں تو کیا یہ

لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے ہر جان موت چکھنے والی ہے۔'' اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور (مسجد میں) چلے گئے۔ وہاں انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! خبردار! تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا تو (اسے علم ہونا چاہیے کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا، (تو اسے علم ہو کہ) اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے (کبھی بھی) موت نہیں آئے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ﴾ (الانبياء : 34/21، 35) ''(اے نبی) ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کے لیے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا، اگر آپ فوت ہونے والے ہیں تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے ہر جان موت چکھنے والی ہے۔'' سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ (کے ذہن سے یہ آیت محو ہو چکی تھی) سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آیت سن کر انھوں نے حیرت سے دریافت کیا: ابوبکر! کیا یہ آیت اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں ہے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، ہاں۔

تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی ہیں جو (ہجرت کے موقع پر) غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور یہی ''ثانی اثنین'' ہیں جن کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (التوبة : 40/9)

حدیث کے راوی ''مرحوم'' کہتے ہیں کہ میرے شیخ ابوعمران الجونی نے اور بھی بہت سی باتیں ذکر کی تھیں۔ جو اس وقت مجھے یاد نہیں، (سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطاب اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات) سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

(مسند اسحاق بن راهوية : 1337 واللفظ له۔ مسند أحمد : 220/6 وإسناده حسن۔ يزيد بن بابنوس ذكره ابن حبان في كتاب الثقات (548/8) وقال الدارقطني : لا بأس به (سؤالات البرقاني : 559)، وقال ابن عدي: احاديث مشاهير (الكامل : 169/9) ووثقه الحاكم والذهبي (المستدرك : 393/2)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرحوم ومغفور ہیں، جنتی ہیں

ابومحمد عبداللہ اختر

استعاذ العلماء حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم الشان جماعت میں سے اگر کسی سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا بھی ہے تو اسے فوراً توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ایسا بنا دیا تھا کہ شریعت ان کی طبیعت بن گئی تھی، خلافِ شرع کوئی کام یا گناہ سرزد ہونا انتہائی شاذ و نادر تھا۔ ان کے اعمال صالحہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر اپنی جانیں قربان کرنا اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو وظیفہ زندگی بنانا اور اس کے لیے ایسے مجاہدات کرنا جن کی نظیر پچھلی امتوں میں نہیں ملتی، ان بے شمار اعمال صالحہ اور فضائل وکمالات کے مقابلے میں عمر بھر میں کسی گناہ کا سرزد ہوجانا اس کو خود ہی کالعدم کر دیتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت اور ادنیٰ سے گناہ کے وقت ان کا خوف، خشیت اور فوراً توبہ کرنا بلکہ اپنے آپ کو سزا کے لیے خود پیش کر دینا روایاتِ حدیث میں مشہور ومعروف ہے اور بحکم حدیث گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔ تیسرے قرآن کے ارشاد کے مطابق اعمال صالحہ اور حسنات خود بھی گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (ہود: 114) ''بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔'' خصوصاً جب ان کی حسنات عام لوگوں کی طرح نہیں، بلکہ ان کا حال وہ ہے جو ابوداؤد اور ترمذی نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے (جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں) نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ((لَـمَشْهَـدُ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَـغْبَرُّ فِیْهِ وَجْهُهُ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمَرَ نُوْحٍ)) (ابـوداوٗد ، السنة ، باب فی الخلفاء، ح: 4650، قال الألباني صحيح)

''اللہ کی قسم! ان میں سے کسی شخص کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں ان کے چہرے پر غبار پڑ گیا ہو، تم میں سے کسی شخص کی عمر بھر کی عبادت و اطاعت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس کو نوح علیہ السلام کی عمر دے دی گئی ہو۔'' اس لیے ان سے صدورِ گناہ کے وقت اگرچہ سزا وغیرہ میں معاملہ وہی کیا گیا جو اس جرم کے لیے مقرر تھا، مگر اس کے باوجود بعد میں کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کو فاسق قرار دے۔ اس لیے اگر نبی کریم ﷺ کے عہد میں کسی صحابی سے کوئی گناہ موجب فسق سرزد بھی ہوا اور اس وقت ان کو فاسق کہا بھی گیا ہو تو اس سے یہ جائز نہیں ہو جاتا کہ اس فسق کو ان کے لیے ہمیشہ کا حکم سمجھ کو معاذ اللہ فاسق کہا جائے۔'' (تفسیر القرآن الکریم: 4/390، 391)

مُلّاں کی دوڑ مسجد تک؟

(ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی)

یہ جملہ کس کا ہے؟ اور اس کی دوڑ کہاں تک تھی؟ اور وہ کون تھا؟ اور وہ کون سی عمارت ہے کہ جس کی طرف جانے والے ہر قدم پر ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، ح: 54) اور وہ کون سی جگہ ہے کہ جس کی طرف صبح و شام جانے والے کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ضیافت کا اہتمام فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور وہ کون سی جگہ ہے کہ جہاں اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ باقاعدگی سے جایا کرتے تھے اور جس عمارت کے ساتھ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات (مکانات) بھی تھے۔ اتنی فضیلت والی جگہ سے آپ بھی محبت کریں اور باقاعدگی سے جایا کریں تاکہ جنت کا اعلیٰ مقام آپ کو بھی حاصل ہو۔ اور جس شخص نے یہ جملہ (جواب عام ہو چکا ہے) کہا ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے کیوں کہ دین کی باتوں سے مذاق کرنے والے کا ایمان غارت ہو جاتا ہے۔ (نعوذ باللّٰہ من ذلك)

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

مولانا سعید الرحمٰن ہزاروی

ہمارے معاشرے میں ایک بات بڑی تیزی سے پھیلائی جارہی ہے کہ نماز جس طرح مرضی کوئی پڑھے بس نماز پڑھنی چاہیے۔ یہ سوچ یہ نظریہ قرآن وحدیث سے مطابقت نہیں رکھتا، ذیل میں اسی بات کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

یہ بات تو بالکل درست ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے لیکن یہ کہنا کہ جس طرح کسی کی مرضی ہے اُس طرح پڑھے، یہ درست نہیں، کیوں کہ قرآن وحدیث اس کی تائید نہیں کرتے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب: 21)

''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔''

یہ آیت اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال میں اقتدا پیروی اور تابعداری کرنا ضروری ہے۔ اپنی مرضی کا عمل کرنا یا مرضی کا طریقہ اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنی مرضی نہیں چل سکتی۔ عبادت اللہ کی اور طریقہ رسول اللہ ﷺ کا۔ لہٰذا نماز کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ اُسے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق پڑھا جائے اس میں اپنی مرضی کو شامل نہ کیا جائے۔

❁:......سیّدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

. . . . ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا صَنَعْتُ

هَذَا لِتَأْتَمُّوا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي .)) (صحيح البخاري ، ح: 917)

''......پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھنا شروع کی، اُسی پر کھڑے تکبیر کہی، اُسی پر رکوع کیا، پھر الٹے پاؤں نیچے اتر آئے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر واپس منبر پر آ گئے جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''لوگو! میں نے یہ (عمل) اس لیے کیا تا کہ میری پیروی کرو اور میری نماز سیکھ لو۔''

آپ ﷺ نے منبر پر تعلیم و تربیت اور اپنی نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے نماز پڑھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز سکھانے کا مطلب اور مقصد (لِتَـاْتَـمُّوْا بِيْ) ''تا کہ میری پیروی کرو'' ہے۔ اگر نماز اپنی مرضی سے پڑھنی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نہ تو نماز سکھاتے اور نہ ہی پیروی کا حکم دیتے بلکہ یوں کہتے کہ ''جس طرح تمھاری مرضی ہے اُس طرح نماز پڑھو۔'' لیکن آپ ﷺ نے ایسے نہیں کہا بلکہ اپنی پیروی کا حکم دیا۔ لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ سیکھنا چاہیے اور آپ کے طریقے کے مطابق نماز ادا کر کے پیروی کرنے کا عملی ثبوت دینا چاہیے اور نماز میں اپنی مرضی کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی مرضی والا طریقہ اپنانا چاہیے۔

۞ :......سیّدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب ہم عمر اور نوجوان تھے اور ہم آپ ﷺ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ ﷺ نہایت رحم دل تھے جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے گھروں کو واپس جانے کا شوق ہے تو آپ نے ہم سے ان کے بارے میں پوچھا جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے تھے۔ پھر ہم نے آپ ﷺ کو بتایا (یعنی گھر میں کس کو چھوڑا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِرْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ......))

''تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ رہو اور انھیں تعلیم دو اور ان کو حکم دو......''

((وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ .)) (صحيح البخاري ، ح: 631)

''اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک (آدمی) اذان کہے اور جو تم میں عمر کے اعتبار سے بڑا ہے وہ نماز پڑھائے۔''

حدیث مبارک میں یہ الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں:

((وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ .))

''اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''

اگر نماز اپنی مرضی سے پڑھنی ہوتی تو پھر ان الفاظ کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی ہے بلکہ ضروری ہے کہ نماز آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا کی جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ))

یہ حدیث مبارک بھی اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نماز میں آپ ﷺ کا طریقہ اختیار کیا جائے اور اپنی مرضی سے نماز پڑھنے کے اصول سے اجتناب کیا جائے اور نبی کریم ﷺ کے طریقہ ہی کو پسند کیا جائے اور اسی کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نماز نبوی ﷺ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہی وضو و نماز صف بندی رکوع و سجود اور قیام کیا کرتے تھے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں:

جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا، فَقَالَ: إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ وَلٰكِنِّيْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي .)) (صحيح البخاري : 824)

ہمارے پاس مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انھوں نے ہمیں ہماری مسجد

میں نماز پڑھائی پھر انھوں نے کہا کہ میں تم کو نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا ارادہ نماز کا نہیں ہے، لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تم کو دکھاؤں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

فائدہ: ......سیّدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے طریقہ نبوی ﷺ سکھانے کی غرض سے نماز پڑھائی تا کہ لوگوں کو نبوی نماز کا صحیح اور درست طریقہ معلوم ہو۔ لہٰذا ہمیں بھی درست اور صحیح طریقہ نبوی ﷺ کے مطابق نماز پڑھنی چاہیے نہ کہ اپنی مرضی کے مطابق نماز پڑھیں۔

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنِّیْ لَا آلُوْا أَنْ أُصَلِّيَ بِکُمْ کَمَا رَأَیْتُ النَّبِيَّ ﷺ یُصَلِّيْ بِنَا . . . (صحیح البخاري، ح : 821)

''بے شک میں تمھیں نماز پڑھانے میں اُس طریقہ میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا جس طریقہ سے میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

فائدہ: ......سیّدنا انس رضی اللہ عنہ مکمل طور پر نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتے تھے اور اس طریقہ نبوی ﷺ میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی مکمل طور پر نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ سیکھنا چاہیے اور اُسی طریقہ نبوی ﷺ کے مطابق نماز پڑھنی چاہیے اور پڑھانی بھی چاہیے۔

آئمہ کرام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مسنون نماز کے طریقہ کی راہنمائی کریں اور اس کے لیے احادیث مبارکہ کو خود بھی پڑھیں اور لوگوں کو بھی پڑھائیں۔ مثلاً صحیح البخاری کی کتاب الصلاۃ، اسی طرح دیگر کتب احادیث کی کتاب الصلاۃ کو خوب اچھی طرح پڑھ کر خود بھی عمل کیا جائے اور دوسروں کو بھی راہنمائی فراہم کی جائے۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حمران کہتے ہیں:

أَنَّهُ رَأَی عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ ، فَأَفْرَغَ عَلَی کَفَّیْهِ ثَلَاثَ

مِـرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُـمَّ غَسَـلَ وَجْهَـهُ ثَلَاثًـا وَيَـدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَـنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

(صحيح البخاري، ح : 159)

میں نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انھوں نے پانی کا برتن منگوایا پھر اپنے ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا اور انھیں دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی پیا، کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا (ناک کو جھاڑا) پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھوئے (یعنی بازو دھوئے) پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور ان کی ادائیگی کے دوران دل میں کوئی بات نہ کی (یعنی اِدھر اُدھر کے خیالات میں مشغول نہ ہوا) تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

صحیح مسلم (226) میں یہ الفاظ بھی ہیں: ثُـمَّ قَـالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هَذَا . میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا آپ نے میرے اس وضو کے مانند وضو کیا۔

فائدہ: ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وضو بھی عین اُسی طرح کرتے تھے جس طرح آپ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔

اسی طرح کا واقعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں انھوں نے تعلیم وتربیت کے لیے وضو سکھایا اور وضو کے بعد فرمایا: ((مَـنْ سَـرَّهُ أَنْ يَـعْلَمَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فَهُوَ هٰذَا)) (سنن أبي داوٗد : 111، وإسناده صحيح) جس کو پسند آتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وضو معلوم کرے تو یہی ہے (رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ)

ابوالقاسم الجدلی کہتے ہیں:

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ)) ثَلاثًا ((وَاللّٰهِ! لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ)) قَالَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ.)) (سنن أبي داوٗد: 662، صحيح)

میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف اپنا رخ کیا اور فرمایا: ''اپنی صفیں برابر کرلو۔'' آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ ''قسم اللہ کی! یا تو تم اپنی صفوں کو برابر رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں مخالفت پیدا کردے گا۔'' سیّدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ، اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ، اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر اور جوڑ کر کھڑا ہوتا تھا۔

فائدہ: ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں صف بندی بھی آپ ﷺ کے حکم کے مطابق کیا کرتے تھے۔ اپنی مرضی سے فاصلہ رکھ کر، دور دور یا آگے پیچھے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنی مرضی چھوڑ کر سنت کے مطابق ہی صف بندی کرنی چاہیے۔

گزشتہ تمام دلائل اس نظریے کی مکمل تردید کرتے ہیں کہ نماز جس طرح مرضی پڑھی جائے بس پڑھنی چاہیے۔ بلکہ ثابت یہ ہوا کہ نماز اس طرح پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے۔ اُس میں اپنی مرضی کو داخل کرنا کسی بھی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

جمع وترتیب: محمد ارشد کمال

القول القوي فی نقد الرجال
للشيخ زبير علي زئي رحمه الله

(157) احمد بن محمد بن سعيد المروزي:

لم أجد له ترجمة . [الحديث : 33/3]

(158) أحمد بن محمد بن سعيد، المشهور بإبن عقدة الرافضي

ساقط العدالة ، لم يوثقه أحد وأثنى بعضهم على حفظه وثبت الجرح المفسر فيه . [تحفة الأقوياء، ص : 108]

(159) أحمد بن محمد بن سليمان التستري

ضعيف . [الحديث : 48/60]

(160) أحمد بن شبيب بن زياد، أبوبكر البزاز يعرف بإبن أبي شيبة

ثقة . [الحديث : 8/71]

(161) أحمد بن محمد بن بن الصلت بن المغلس الحماني، المعروف بابن عطية

كذاب [الحديث : 46/78، 14/72]

(162) احمد بن محمد بن عبدالله بن صدقة، أبوبكر البغدادي

ثقة بالاجماع . [الحديث : 14/55]

(163) أحمد بن محمد بن عبدالقاهر بن النصيبي، أبو العباس

قال الذهبي: الشيخ الأجل [تاريخ الإسلام: 144/52] توفي: 692هـ . وراجع ذيل التقييد (388/1 رقم 755) ومعجم الشيوخ للذهبي (95/1 ت 86) وغيرهما . [شمائل ترمذی، ص : 43]

(164) أحمد بن محمد بن عبدالله بن أحمد بن يحيٰ، المعروف بإبن أبى العوام السعدي

لم يثبت توثيقه عن المحدثين . [الحديث : 38/104]

(165) أحمد بن محمد بن علي الصيرفي، إبن الآبنوسي

ضعيف . [الحديث : 46/78]

(166) أحمد بن محمد بن عمر القرشي، أبوبكر

ضعيف، والله أعلم. [الحديث : 43/106]

(167) أحمد بن محمد بن عمرو بن عيسى كُركر (أو) كُركرة

لم أجد من وثقه . [الحديث : 27/84]

(168) أحمد بن محمد بن عمرو بن مصعب المروزي الفقيه، أبو بشر

قال الدارقطني: يضع الحديث . (الضعفاء والمتروكون للدارقطني: 60) . [الحديث : 85/94]

(169) أحمد بن محمد بن عيسىٰ الوراق، أبو العباس

ضعيف . [اختصار علوم الحديث ، ص: 110]

(170) أحمد بن محمد بن غالب الباهلي، أبو عبدالله غلام خليل

قال الدارقطني: متروك (كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطنى: 58) وقال ابن عدي: أحاديثه مناكير ، لا تحصى كثرة وهو بين الأمر بالضعف . (الكامل: 199/1) وقال إسماعيل بن إسحاق القاضي: قليلا قليلا ، تكذب (المجروحين لإبن حبان: 151/1 وسنده حسن) وقال الذهبي . معروف بالوضع (ديوان الضعفاء: 92) وقال الشيخ خالد بن قاسم الردادي: إن غلام خليل هذا: كذاب وضاع . (مقدمة

شرح السنة، ص: 42). [الحديث: 25/2]

(171) احمد بن محمد بن الفضل البلخي

لا يعرف. [الحديث: 20/6]

(172) أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز

لم أجد من وثقه. [الحديث: 13/73]

(173) أحمد بن محمد بن القاسم، أبو حامد السرخسي

متهم بالوضع. [الحديث: 35/39]

(174) أحمد بن محمد بن محمد البلخي الدهقان، أبو القاسم

قال السمعاني: "صدوق ثقة" (الأنساب: 394/2 الخليلى) توفي سنة 492هـ وترجمته فى النبلاء (19/73-74) وغيره. [شمائل ترمذي، ص: 45]

(175) أحمد بن محمد بن محمد، أبو العباس، إبن حجر الهيتمي المكي

مبتدع. [الحديث: 12/90]

(176) احمد بن محمد بن يحيٰي بن حمزة الدمشقي القاضي

ضعيف جدًا، وقال الذهبي: له مناكير" (ميزان الإعتدال: 151/1) وقال ابن حبان فى ترجمة أبيه: يتقى من حديثه ماروى عنه أحمد بن محمد بن يحي بن حمزة و أخوه عبيد فإنهما كان يدخلان عليه كل شىء" (كتاب الثقات: 74/9). [الفتح المبين، ص: 19]

وذكره فى المدلسين: الدميني (1/7) و ابن طلعت فى معجم المدلسين (ص51) ولا يحتج به إذا انفرد ولو صرح بالسماع. [ايضًا]

(177) أحمد بن محمد بن يحيٰي بن سعيد القطان

صدوق ثقة (أنظر: كتاب الجرح والتعديل: 74/2، الثقات لابن حبان: 8/38-39). [الحديث: 31/90]

حجامہ (سینگی لگوانا) ایک شرعی علاج

حافظ ندیم ظہیر

حجامہ سے مراد پچھنے لگوانا ہے، یعنی جسم کے متاثرہ حصے سے سینگی کے ذریعے سے خراب وفاسد خون نکلوانا۔ یہ ایسا علاج ہے جس کی طبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، بلکہ دورِ جدید میں سائنسی لحاظ سے بھی اسے مجرب ومفید قرار دیا گیا ہے۔ ہم نے ان سطور میں صحیح احادیث وآثار سے حجامہ (سینگی) کی شرعی حیثیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

سینگی میں شفاء ہے: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مُقنَّع بن سنان (تابعی) کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے، پھر ان سے فرمایا: جب تک تم سینگی نہ لگوالو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إن فیه شفاء)) بلاشبہ اس میں شفاء ہے۔(صحیح البخاری :5697)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے: ① سینگی لگوانے میں ② شہد پینے میں ③ اور آگ سے داغنے میں، (لیکن) میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: 5681) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمھاری دواؤں میں شفاء ہے تو سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں ہے اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔ (صحیح البخاری : 5704) **سینگی بہترین دوا (علاج) ہے:** نبی ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو، اگر ان میں سے کوئی بہتر دوا ہے تو وہ سینگی لگوانا ہے۔

(سنن أبی داؤد :3857، سنن ابن ماجه :3476 وسنده حسن)

سینگی لگوانے کے لیے قمری تاریخ کا انتخاب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (قمری مہینے کی) سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگوائے، اسے ہر بیماری سے شفاء ہوگی۔

(سنن أبی داؤد : 3861 وسنده حسن)

عورتیں بھی سینگی لگوا سکتی ہیں: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سینگی لگوانے کی اجازت چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ انھیں سینگی لگا دیں۔
راوی کے نزدیک ابوطیبہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی یا نابالغ لڑکے تھے۔
(صحیح مسلم ، ح: 2206، دار السلام :5744)
راجح یہی ہے کہ وہ اُس وقت غلاموں میں سے، سینگی لگانے کے ماہر، نابالغ لڑکے تھے۔

حالتِ احرام میں سینگی لگوانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لحی جمل کے مقام پر حالتِ احرام میں سر کے درمیان سینگی لگوائی تھی۔ (صحیح البخاری، ح: 1836، صحیح مسلم :1203)
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں سینگی لگوائی۔
(صحیح البخاری، ح: 5695)

روزے کی حالت میں سینگی لگوانا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ (صحیح البخاری، ح : 5694)

سینگی لگوانے کے بعد غسل کرنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار کاموں کی وجہ سے غسل کیا کرتے تھے: جنابت سے، جمعہ کے دن، سینگی لگوانے سے اور میت کو غسل دینے کے بعد۔ (سنن أبی داؤد، ح : 348وسندہ حسن)

سینگی لگانے والے کو اجرت دینا؟ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انھیں (مزدوری میں) ایک صاع کھجور دی جائے اور آپ نے ان کے مالکوں کو حکم دیا کہ ان پر مقررہ خراج میں کمی کریں۔ (صحیح البخاری، ح:2102، صحیح مسلم ، ح :1577)
یہاں خراج سے مراد وہ رقم ہے جو غلام اپنے مالک یا مالکوں کو آزادی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی اجرت دی، اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو اسے نہ دیتے۔ (صحیح بخاری :2103)
ثابت ہوا کہ جن روایات میں اس اجرت کو خبیث وغیرہ کہا گیا ہے وہ کراہت پر محمول ہیں یا منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم۔ (بشکریہ: ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 129 تا 132)